امارت شرعیہ بہار، اڈیشہ وجھارکھنڈ کا ترجمان

ہفتہ وار نقیب

پھلواری شریف پٹنہ

مدیر
مفتی محمد ثناء الہدیٰ قاسمی

معاون
مولانا رضوان احمد ندوی

جلد نمبر 64/74 | مورخہ ۳/رجب المرجب ۱۴۴۵ھ مطابق ۱۵/جنوری ۲۰۲۴ء روز سوموار | شمارہ نمبر: 03

اس شمارہ میں

■ اللہ کی باتیں، رسول اللہ کی باتیں
■ دینی مسائل، حکایات اہل دل
■ دنیا میں بڑھتی افراتفری اور......
■ اسلامی معاشرے کے قیام میں......
■ مدارس پاکیزہ ذہنی وفکری......
■ حسد کی آگ سے بچئے
■ اچھے اور برے ہم نشیں
■ اخبار جہاں، ملی سرگرمیاں، طب وصحت

بین السطور

قطع رحمی وصلہ رحمی - اسلام کی نظر میں

مفتی محمد ثناء الہدیٰ قاسمی

اعزواقارب کے ساتھ تعلقات کی استواری اور ناہمواری کے بارے میں قرآن واحادیث میں قطع رحمی اور صلہ رحمی کا ذکر آیا ہے، صلہ رحمی سے مراد قریبی رشتہ داروں کے حقوق کی ادائیگی اور ان کے ساتھ اچھا معاملہ کرنا ہے، قطع رحمی اس کی ضد ہے، یعنی قرابت داروں کے حقوق ادانہ کرنا اور ان سے بُرائی سے پیش آنا ہے۔ اللہ رب العزت نے سورۃ النساء میں قریبی رشتہ داروں کے بارے میں باخبر رہنے کی تلقین کی ہے اور اسے اپنے سے ڈرتے رہنے کے ساتھ جوڑا ہے، سورۃ محمد کی آیت نمبر۲۳ رمیں قریبی رشتہ داروں سے قطع تعلق کو رحمت الٰہی سے دور ہونے، کانوں کے بہرے اور آنکھوں سے اندھے ہونے کی بات کہی گئی ہے، سورہ بقرہ کی آیت ستائیس (۲۷) میں بتایا گیا ہے کہ وہ لوگ جو خدائی معاہدہ کو میثاق کے بعد توڑ دیتے ہیں، ایسے تعلقات کو توڑتے ہیں، جن کو اللہ نے جوڑنے کا حکم دیا ہے، وہ ملک میں فساد مچاتے ہیں۔ وہی لوگ گھاٹے میں ہیں۔

قطع رحمی کے مقابل صلہ رحمی ہے، صلہ رحمی کرنے والوں کو اللہ رب العزت نے سورۃ رعد آیت نمبر ۲۱ رمیں تعریف کی ہے کہ جو لوگ اللہ سے کیے ہوئے وعدے کو پورا کرتے ہیں، عہد کو نہیں توڑتے ہیں، ان لوگوں کے ساتھ صلہ رحمی کرتے ہیں، جن کے ساتھ اللہ نے صلہ رحمی کا حکم دیا۔

ان آیات سے معلوم ہوتا ہے کہ عزیز واقرباء کے ساتھ صلہ رحمی کرنا باعث اجر وثواب ودخول جنت ہے اس کے برعکس جو لوگ تھوڑی تھوڑی باتوں پر قطع تعلق کرتے ہیں ان کا یہ عمل اللہ رب العزت کے نزدیک انتہائی مذموم ہے، مسلم شریف کی ایک روایت میں ہے کہ اللہ تعالیٰ اس شخص سے قطع تعلق کر لیتا ہے جو رشتے ناطے توڑنے کا کام کرتے ہیں، بخاری شریف کی ایک روایت میں کامل صلہ رحمی کرنے والا اس شخص کو قرار دیا گیا ہے جو قرابت توڑنے والے سے تعلق جوڑ کر قائم اور دائم رکھے، مسلم شریف میں ایسے شخص کے لیے جو حسن سلوک کے بدلے تکلیفیں جھیلتا ہے اللہ کی مدد ونصرت کا وعدہ کیا گیا ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ بھی ارشاد ہے کہ قطع تعلق کرنے والے کو دخول جنت سے روک دیا جائے گا، بخاری ومسلم کی متفق علیہ روایت ہے کہ قطع رحمی کرنے والا جنت میں داخل نہیں ہوسکتا۔ (لایدخل الجنة قاطع رحم) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بار ایک مجلس میں رشتہ ناطہ توڑنے والے کو بیٹھنے سے منع کیا اور ارشاد فرمایا: ان الرحمة لا تنزل علي قوم فيهم قاطع رحم) اس شخص پر فرشتے رحمت بھی نازل نہیں کرتے جو قطع رحمی کرتا ہے، ایک روایت میں ہے کہ قطع رحمی کرنے والے تک جنت کی خوشبو نہیں پہونچے گی، حالاں کہ جنت کی خوشبو تو ایک ہزار برس کی دوری تک پہونچتی ہے، قطع رحم کرنے والا کے اعمال بھی بارگاہ ایزدی میں مقبول نہیں ہوتے۔

قطع رحمی کا عذاب دنیا میں بھی ملتا ہے، اور آخرت میں بھی، آخرت میں دخول جنت سے محرومی کی روایت اوپر گذر چکی ہے، دنیاوی عذاب یہ ہے کہ قطع رحمی کی وجہ سے اعزواقربا انتہائی دور ہو جاتے ہیں، آپس میں عداوت ودشمنی پیدا ہو جاتی ہے، جس سے روحانی اذیت ہوتی ہے اور کبھی کبھی یہ روحانی اذیت آگے بڑھ کر جسمانی ایذارسانی کا بھی سبب بن جاتی ہے، جس سے زندگی اجیرن ہو جاتی ہے۔

اسی لیے جو لوگ قطع تعلق کریں ان سے جڑنے کا حکم دیا گیا اور جو ظلم کرے اس کو معاف کرنے کی تلقین کی گئی اور صلہ رحمی کا حکم دیا گیا، اگر کچھ ممکن نہ ہو تو سلام کی حد تک ہی تعلق کو باقی رکھا جائے، حضرت انسؓ کی ایک روایت کا خلاصہ یہ ہے کہ جو شخص رزق میں وسعت اور کشادگی کا خواہاں ہو اسے اپنے اعزواقرباء کے ساتھ حسن سلوک کرنا چاہیے، جو لوگ صلہ رحمی کے بجائے قطع تعلق کرتے ہیں اگر وہ کسی مجلس میں شریک ہوں تو حضرت امام زین العابدین کے بقول ان کی شرکت لعنت خداوندی سے خالی نہیں، جو لوگ صلہ رحمی کرتے ہیں وہ فوراً ثواب کے مستحق ہوتے ہیں اور قطع رحمی کرنے والا جلد ہی عقوبت میں گرفتار ہوتا ہے۔

آج کے اس مادی دور میں جو چیز ہمارے اندر سے ختم ہوتی جارہی ہے وہ صلہ رحمی ہے، قطع تعلق کی وبا عام ہے اور سماج اعزواقربا کے ساتھ صلہ رحمی کے فوائد اور قطع رحمی کے مضرات اور نقصانات کو سمجھ نہیں پارہا ہے یا پھر سمجھ کر کے تجاہل عارفانہ برت رہا ہے، حسن سلوک تو بہت آگے کی چیز ہے، ان کے واجبی حقوق اور شریعت کی جانب سے مقررہ ترکہ دینے میں بھی لیت ولعل سے کام لیا جارہا ہے، جس کا نتیجہ یہ ہے کہ قرابت داروں کے مابین الفت ومحبت اور انسیت وغم خواری کا فقدان ہوتا جارہا ہے، اور حالت یہ ہوگئی ہے کہ ''لگے ہے آگ تو ہمسایہ ہوا دے ہے''

اس معاملہ میں اپنے والد ماسٹر محمد نور الہدیٰ مرحوم کو میں نے بڑا حساس پایا، ان کی تنخواہ کا بڑا حصہ صلہ رحمی میں جاتا تھا، دور دور کے رشتہ دار جن کے بارے میں صحیح رشتہ داری کا پتہ نہیں، وہ ان کی مدد بھی کرتے، غریب بچیوں کی شادی کراتے مجھے کوئی بہن نہیں، لیکن ان کے حسن سلوک اور صلہ رحمی کے نتیجے میں ہمارے کئی بہنوئی ہیں، انہوں نے پوری زندگی ان کو اسی طرح برتا جیسا کوئی اپنی بیٹی کے ساتھ حسن سلوک کرتا ہے، ان کے جانے کے بعد ہم لوگ بھی اس کی کوشش کرتے ہیں، والد صاحب اس معاملہ میں اتنے سخت تھے کہ اگر کوئی رشتہ دار میرے گھر سے آگے دوسرے رشتہ دار کے یہاں بڑھ جاتا تو انتہائی خفا ہوتے کہ تم میرا گھر چھوڑ کر آگے کیسے بڑھ گیے، ان کی سوچ یہ تھی کہ پہلے میرا گھر پڑتا ہے اس لیے تمہیں پہلے میرے گھر آنا چاہیے، والد صاحب کے اس صلہ رحی کا نتیجہ ہم لوگوں نے کھلی آنکھوں دیکھا کہ رزق میں وسعت بھی ہوئی اور عمر بھی والد صاحب نے اچھی خاصی پائی۔ اس طرح صلہ رحمی کرنے والوں کے لیے احادیث میں جو بشارتیں دی گئی ہیں، وہ میرے لیے مشاہدہ ہے اور میں نے کھلی آنکھوں اس کے فوائد دیکھے ہیں۔

اس موقع سے ہمیں حضرت مسطحؓ جو مؤمن کامل تھے اور واقعہ افک میں منافقوں کے پروپیگنڈے سے متاثر ہوگئے تھے کہ واقعہ کو نہیں بھولنا چاہیے، حضرت ابوبکر صدیقؓ نے ان کا روزینہ مقرر کر رکھا تھا، جب انہیں اس کی خبر ہوئی کہ حضرت مسطحؓ بھی ان کے ساتھ ہیں ہاں میں ہاں ملارتے رہے ہیں، تو حضرت ابوبکر صدیقؓ نے ان کا روزینہ بند کردیا، جو وہ مسطح بن اثاثہؓ کو قرابت داری اور غربت کی وجہ سے دیا کرتے تھے، حضرت ابوبکر صدیقؓ نے قسم کھالیا کہ چوں کہ مسطح نے عائشہؓ کے متعلق اس طرح کی تہمت تراشی میں حصہ لیا ہے تو میں اس پر اب کچھ بھی خرچ نہیں کروں گا، اس پر اللہ رب العزت نے یہ آیت نازل فرمائی وَلَا يَأْتَلِ أُولُو الْفَضْلِ مِنكُمْ وَالسَّعَةِ . الخ یعنی تم میں سے جو صاحب فضل اور وسعت والے ہیں، انہیں اپنے قرابت داروں، مسکینوں اور مہاجروں کو فی سبیل اللہ دینے سے قسم نہیں کھانی چاہیے، کیا تم نہیں چاہتے کہ اللہ تمہارے قصور معاف کردے اللہ قصوروں کو معاف کرنے والا مہربان ہیں۔ اس آیت کے نزول کے بعد حضرت ابوبکر صدیقؓ نے فرمایا کہ ہاں میں چاہتا ہوں کہ اللہ مجھے معاف کردے اور حضرت مسطحؓ کو جو وہ دیا کرتے تھے پھر سے دینے لگے۔

اس واقعہ میں ہمارے لیے بڑی عبرت ہے اگر ہم اللہ رب العزت سے عفو ودرگذر کی توقع رکھتے ہیں تو ہمیں بھی اپنے اعزواقربا سے پہونچنے والی تکلیفوں کو درگذر کر کے حسن سلوک کو اپنی زندگی کا شیوہ بنانا چاہیے اور اپنی وسعت کے بقدر ان پر خرچ کرنا چاہیے، اگر مال ودولت نہیں ہے تو مختلف موقعوں سے ان کے کام آنا چاہیے، ان کی مذہبی زندگی کو درست اور ان کے ایمان واخلاق کی اصلاح کے لیے خندہ پیشانی سے ملنا چاہیے اور حدیث میں کم از کم حسن سلوک ''سلام'' کو قرار دیا گیا ہے اس لیے سلام وکلام جاری رکھنی چاہیے، اگر اللہ نے وسعت دی ہے اور آپ کے لیے اعزواقرباء کی خبر گیری اور ان کے خورد ونوش کا انتظام ممکن ہے تو انہیں کھلائیے، ان پر خوب خرچ کیجئے، کیوں کہ کوئی نہیں جانتا کہ رزق کس کی قسمت سے ملتا ہے، بسا اوقات دیکھا گیا ہے کہ ایک آدمی خاندان سے گذر گیا تو رزق میں تنگی پیدا ہوگئی، میں نے تو خاندان کے بعض شخص کے گذر جانے کے بعد مفلسی اور تنگ دستی کو تیز قدم آتے ہوئے بھی دیکھا ہے، دوکان اور کاروبار کو بند ہوتے دیکھا ہے، اس کا مطلب ہے کہ رزق میں وسعت اس خاص شخص کی وجہ سے تھی وہ گیا تو اپنے ساتھ وسعت بھی لے گیا۔

قطع رحمی کا بہت بُرا اثر بچوں کے دل ودماغ پر پڑتا ہے، ان کی ذہنی نشو ونما میں یہ مرکزی حیثیت اختیار کر لیتا ہے، پہلے یہ سلوک بچے دور کے رشتہ داروں سے کرتے ہیں اور جوان ہونے کے بعد والدین بھی اس کی زد میں آجاتے ہیں اور ان کی زندگی دوبھر ہو جاتی ہے، بیت الضعفاء میں والدین کو بھیج دینا دراصل قطع رحمی کا نتیجہ ہے، اس لیے جو کوئی بھی بڑھاپے میں خوش گوار زندگی گذارنا چاہتا ہے اسے صلہ رحمی کو اپنی زندگی کا نصب العین بنانا چاہیے اور قطع رحمی سے دور بھاگنا چاہیے۔

اچھی باتیں

''دشمنوں سے زیادہ ہمارے وہ دوست خطرناک ہیں جو منافقانہ انداز میں ہمارے جذبات سے کھیلتے ہیں ☆ زندگی میں موقع دینے والے بھی ملیں گے اور دھوکہ دینے والے بھی، جو موقع دے اسے دھوکہ کبھی مت دیجئے، جو دھوکہ دے اسے موقع کبھی مت دیجئے ☆ مکان اور کھیت جب سڑک پر ہو تو اس کی اچھی قیمت ہوتی ہے، لیکن آدمی جب روڈ پر ہو اس کی کوئی قیمت نہیں ہوتی ☆ شکر ادا کرنے کی وجہ نہیں ڈھونڈھنی چاہیے؛ بلکہ عادت ڈالنی چاہیے؛ کیوں کہ شکر گذار لوگوں سے اللہ بڑی محبت کرتا ہے ☆ کبھی بھی کامیابی کو دماغ میں اور ناکامی کو دل میں جگہ نہیں دینا چاہیے، کیوں کہ کامیابی دماغ میں تکبر اور ناکامی دل میں مایوسی پیدا کرتی ہے ☆ وقت اور دولت دو ایسی چیزیں ہیں جو انسان کے اختیار میں نہیں، وقت انسان کو مجبور اور دولت مغرور بنادیتی ہے۔'' (مطالعہ ومشاہدہ)

بلا تبصرہ

''نئے قانون میں ڈرائیور سے خطرناک سڑک حادثہ ہوتا ہے اور وہ پولیس یا کسی ذمہ دار افسر کو اطلاع دیے بغیر بھاگ جاتا ہے تو اسے سزا دی جاسکے گی، اس میں دس سال کی جیل اور سات لاکھ جرمانہ تک کیا جاسکتا ہے، لیکن سوال یہ ہے کہ ایسے میں ڈرائیور کی حفاظت کی ذمہ داری کس کی ہوگی، اس سے قبل جو قانون تھا اس میں دفعہ 304 کے تحت زیادہ سے زیادہ دو سال کی جیل ہوا کرتی تھی، حادثہ کے بعد ڈرائیور کا بھاگنا ان دنوں اس لیے ضروری ہوگیا ہے کہ ایسے موقع سے جمع بھیڑ مار مار کر ڈرائیور کو موت کی نیند سلا دیتی ہے، کبھی کبھی تو گاڑی اور مال کے ساتھ ہی ڈرائیور کو زندہ جلا دیا جاتا ہے اور قانون ہاتھ میں لینے والے مجرمین کا ایف آئی آر تک درج نہیں ہوتا، اس لیے ڈرائیوروں کے اندیشے اور قانون میں ترمیم کی لیے ہڑتال کو ہم غلط نہیں کہہ سکتے۔ قانون میں ڈرائیور اور حادثہ کے شکار دونوں کی رعایت ہونی ضروری ہے۔'' (واحد متکلم)

Scanned with CamScanner

اللہ کی باتیں ـــــ رسول اللہ کی باتیں

مولانا رضوان احمد ندوی

غصہ نہ کیا کرو

’’آخرت میں کامیاب زندگی حاصل کرنے والے وہ لوگ ہیں جو بڑے بڑے گناہوں اور بے حیائی کی باتوں سے بچتے ہیں اور جب ان کو غصہ آجاتا ہے تو درگذر سے کام لیتے ہیں‘‘ (آل عمران: ۳۷)

مطلب: اس آیت میں اللہ رب العزت نے اخروی زندگی میں کامیاب ہونے والے چند ایسے مخلص بندوں کی اخلاقی صفات بیان کی ہیں، جنہوں نے دنیاوی زندگی میں بے حیائی و بے شرمی کے کاموں سے اپنے آپ کو بچائے رکھا، زبان و بیان پر قدرت کے باوجود جذبات کو قابو میں رکھا، بسا اوقات انسان حالت غضب میں بے قابو ہوجاتا ہے، آپے سے باہر ہوجاتا ہے، ایسے وقت میں بھی اپنے آپ کو قابو میں رکھا اور عفو و درگذر سے کام لیا، یہی لوگ جنت کے بالا خانوں میں ہوں گے، کیونکہ غیظ و غضب دل کی ایک چنگاری ہے، اس وقت انسان کا چہرہ لال ہوجاتا ہے اور اس کی رگیں پھول جاتی ہیں، اگر اس وقت انسان کا احساس بیدار ہوجائے اور معاف کردے تو وہ سب سے بڑا پہلوان ہے، ایک حدیث میں فرمایا گیا کہ پہلوان وہ نہیں ہے جو دوسروں کو پچھاڑ دے، بلکہ پہلوان وہ ہے جو غصہ کے وقت اپنے کو قابو میں رکھے اور درگذر سے کام لے، ایک مشہور روایت ہے کہ ایک شخص نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! مجھے کوئی نصیحت فرمائیے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ غصہ نہ کیا کرو، اس شخص نے اس نصیحت کو معمولی سمجھا، چنانچہ اس نے دوبارہ، سہ بارہ درخواست کی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر دفعہ یہی فرمایا کہ غصہ نہ کیا کرو، مسند احمد میں ان صاحب کا بیان ہے کہ پھر میں نے دل میں غور کیا تو معلوم ہوا کہ غصہ حقیقت میں ساری برائیوں کی جڑ ہے، یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ انسان کا سکون کی حالت میں معاف کردینا آسان ہوتا ہے، لیکن غصہ کی حالت میں جبکہ وہ قابو سے باہر ہوجاتا ہے معاف کردینا آسان نہیں ہوتا ہے، لیکن ایک مسلمان کی خصوصیت یہ ہونی چاہئے کہ وہ اس وقت بھی اپنے کو قابو میں رکھے اور معاف کردے بالخصوص جو صاحب اقتدار ہیں اور اپنے غصہ کو نافذ کرنے کی قدرت بھی رکھتے ہیں، ان کا صبر و تحمل سے کام لینا اور غصہ کو پی جانا بڑے حوصلہ اور مردانگی کا کام ہے، اس لئے قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اس کا اعزاز و اکرام فرمائیں گے اور سب کے سامنے اس کو انعام سے نوازیں گے، جیسا کہ ایک حدیث میں فرمایا گیا کہ جس شخص نے غصہ کو نافذ کرنے کی قدرت رکھنے کے باوجود غصہ کو پی لیا، اللہ تعالیٰ اس کو قیامت کے دن ان تمام لوگوں کے سامنے بلا کر اختیار دیں گے کہ ان میں سے جو حور کو چاہو چھانٹ لو (ترمذی شریف) غصہ ایک فطری عمل ہے، اگر کسی شخص کو غصہ آہی جائے تو اس کو چاہئے کہ وہ ’’اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم‘‘ پڑھے کہ خداوندا! میں شیطان سے بھاگ کر تیری پناہ چاہتا ہوں، اگر اس عمل کے بعد بھی غصہ کم نہیں ہورہا ہے اور کھڑا ہے تو بیٹھ جائے، بیٹھا ہے تو لیٹ جائے اور آخر میں وضو کرلے، تاکہ پانی کی ٹھنڈک سے مزاج کی حرارت ختم ہوجائے، یہ ایک سائنٹفک اور نفسیاتی علاج ہے کہ غصہ کی حالت میں خون میں تیزی، رگوں میں حرارت اور گرمی پیدا ہوجاتی ہے، دل کی دھڑکن اور سانس تیز ہوجاتی ہے، اس خرابی کو دور کرنے کے لئے یہ حکیمانہ تدبیر بتلائی گئی کہ اس میں ٹھنڈک پہونچا کر اسے اعتدال پر لایا جائے، اس طریقہ عمل سے ان شاء اللہ غصہ کم ہوگا، اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو حلم و بردباری اور تحمل و برداشت کی زندگی گذارنے کی توفیق بخشے۔

اچھا گمان رکھئے

’’حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ’’اللہ کا فرمان ہے کہ میرا معاملہ بندے کے ساتھ اس کے یقین کے مطابق ہے اور میں اس کے بالکل ساتھ ہوتا ہوں، جب وہ مجھے یاد کرتا ہے، اگر وہ مجھے اپنے جی میں اس طرح یاد کرے کہ کسی اور کو خبر نہ ہو تو میں بھی اس کو اسی طرح یاد کروں گا اور اگر وہ دوسرے لوگوں کے سامنے مجھے یاد کرے تو میں ان سے بہتر بندوں کی جماعت میں اس کا ذکر کروں گا (یعنی فرشتوں کی جماعت میں)‘‘ (صحیح مسلم شریف)

وضاحت: حدیث پاک میں انسانی نفسیات کا ایک اصول بتایا گیا کہ اللہ اپنے بندوں کے یقین و گمان کے مطابق فیصلہ فرماتے ہیں، اگر بندہ نے حسن ظن کے مطابق عمل کیا اور اس کے ذریعہ اللہ سے خیر و بھلائی طلب کی تو اللہ تعالیٰ دیر و سویر اس کے لئے خیر کے دروازے کھول دیتے ہیں اور اگر بندے نے یاس و ناامیدی ظاہر کی تو بسا اوقات رب کائنات کا فیصلہ بھی اسی کے موافق ہوتا ہے، یہیں سے معلوم ہوا کہ انسان کو ہمیشہ مثبت انداز میں سوچنا چاہئے اور جو باتیں اس کی پسند کے خلاف ہو اس میں بھی مصلحت خداوندی کو پیش نظر رکھنا چاہئے، اور یہ تصور کرنا چاہئے کہ ناموافق حالات دیرپا نہیں رہیں گے، بلکہ ہر تنگی کے بعد فراخی اور خوف کے جلو سے امن و عافیت کی بہاریں نمودار ہوتی ہیں، اس لئے مایوسی کی کوئی وجہ نہیں، سچے مومن اللہ کی رحمت سے کبھی مایوس نہیں ہوتے، بلکہ وہ آزمائش کے وقت بھی اپنے موقف اور عقیدہ پر قائم رہتے ہیں اور حالات کی بہتری و خوشگواری کے لئے امیدوار ہوتے ہیں، اس مثبت سوچ کا ایک بڑا فائدہ یہ ہوتا ہے کہ انسان کی صحت و توانائی میں اعتدال و توازن برقرار رہتا ہے اور اعصابی نظام بھی مستحکم رہتا ہے، کیونکہ منفی سوچ اور انتقامی جذبات سے صحت متاثر ہوتی ہے، پھر ایسے لوگوں سے کسی مثبت پروگرام یا کسی تعمیری عمل کی امید نہیں کی جاسکتی ہے، اس سے ان کی خود اعتمادی کی صلاحیت ختم ہوجاتی ہے، لہٰذا ذہن و فکر کو کشادہ، بلند اور روشن رکھئے اور اللہ سے خیر و بھلائی کے طلبگار رہئے، کیونکہ رب ذوالجلال کا وعدہ ہے کہ جب بندہ کا دل ذکر و فکر اور تسبیح و تہلیل سے مزین رہتا ہے تو اللہ کی توجہ بھی اس کی طرف ہوتی ہے، حتی کہ اگر بندہ ذکر کی مجالس میں یاد کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی نیکوکاری کا تذکرہ فرشتوں کی جماعت میں کرتا ہے، اس سے زیادہ اور کیا خوش نصیبی ہوگی کہ ایسا انسان مقرب بندوں میں شمار کیا جائے لگتا ہے۔

دینی مسائل

مفتی احتکام الحق قاسمی

فرض نماز مسجد کے بجائے گھر میں ادا کرنا

س: جاڑے کے موسم میں بہت سے لوگ ٹھنڈ کا بہانا بنا کر اپنے اپنے گھروں میں نماز پڑھ لیتے ہیں، خاص کر عشاء اور فجر کی نماز جب کہ ٹھنڈ بھی کوئی زیادہ نہیں ہوتی، وہ شادی بیاہ کی تقریب میں تو چلے جاتے ہیں لیکن مسجد نہیں آپاتے، شرعاً کیا حکم ہے؟

ج: فرض نماز مسجد میں جماعت کے ساتھ ادا کرنا واجب ہے: ’’قال عامة مشايخنا أنها واجبة‘‘ (بدائع الصنائع: ۱/۳۸۴) احادیث مبارکہ میں اس کی بہت تاکید اور بڑی فضیلتیں آئی ہیں، جبکہ بغیر کسی عذر (مرض، خوف، بارش و آندھی) کے مسجد کی جماعت میں شامل نہ ہونے پر سخت وعیدیں بھی آئی ہیں، قرآن کریم میں اللہ پاک کا ارشاد ہے کہ قیامت کے دن جبکہ ہولناک منظر ہوگا، رب کو سجدہ کرنے کے لئے آواز دی جائے گی، سارے لوگ سجدہ میں گر جائیں گے، لیکن کچھ لوگ وہ ہوں گے جو چاہنے کے باوجود سجدہ نہیں کرسکیں گے، ان کی آنکھیں خوف زدہ ہوں گی اور چہروں پر ذلت و رسوائی ہوگی، یہ وہ لوگ ہوں گے جنہیں دنیا میں نماز کے لئے بلایا جاتا تھا تو وہ نہیں جاتے تھے، حالانکہ وہ صحت مند تھے اور حالات بھی سازگار تھے: ’’يَوْمَ يُكْشَفُ عَنْ سَاقٍ وَّ يُدْعَوْنَ اِلَى السُّجُوْدِ فَلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ ● خَاشِعَةً اَبْصَارُهُمْ تَرْهَقُهُمْ ذِلَّةٌ وَ قَدْ كَانُوْا يُدْعَوْنَ اِلَى السُّجُوْدِ وَ هُمْ سٰلِمُوْنَ‘‘ سورة القلم: ۴۲، ۴۳) اس آیت کے ذیل میں صحابی رسول حضرت کعب احبار رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں واللہ یہ آیت جماعت ترک کرنے والوں کے بارے میں نازل ہوئی ہے، جو باوجود قدرت کے مسجد کی جماعت میں حاضر نہیں ہوتے تھے، حضرت ابن عباس اور حضرت ابن جبیر رضی اللہ عنہم کا بھی یہی نظریہ ہے: ’’وقال كعب الاحبار والله مانزلت هذه الأية إلا في الذين يتخلفون عن الجماعات (الجامع لاحكام القرآن) وقال ابن عباس، وابن جبير: كانوا يسمعون الاذان والنداء للصلاة فلايجيبون (وهم سالمون) متمكنون منه اقوىٰ تمكن أى فلايجيبون اليه ويأبونه‘‘ (روح المعانى: ۱۶/۶۱) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تارک جماعت پر شدید ناراضگی کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا: ’’میرا دل چاہتا ہے کہ لوگوں کو حکم دوں کہ وہ جماعت کے ساتھ نماز ادا کریں اور میں صحابہ کی ایک جماعت کو لے کر چلوں اور ان لوگوں کے گھروں کو آگ لگادوں جو نماز باجماعت میں شامل نہیں ہوتے: ’’عن أبى هريرة رضى الله عنه أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: لقد هممت أن آمر المؤذن فيقيم ثم آمر رجلا يوم الناس ثم آخذ شعلا من نار فاحرق على من لايخرج الىٰ الصلاة بعد‘‘ (صحيح البخارى: ۱/۹۰، باب فضل صلاة العشاء فى الجماعة) ایک صحابی جو بینائی سے محروم تھے کوئی ان کو مسجد لانے والا بھی نہیں تھا، آپ سے گھر میں ہی نماز پڑھ لینے کی اجازت طلب کی، آپ نے اولاً اجازت دیدی پھر بلا کر پوچھا یہ بتاؤ کیا تم اذان کی آواز سنتے ہو؟ صحابی رسول نے کہا: ہاں، اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا پھر تم مسجد میں آؤ (گھر میں نماز پڑھنے کی اجازت نہیں ہے) ’’عن ابى هريرة رضى الله عنه قال اتى النبى صلى الله عليه وسلم رجل اعمىٰ، فقال يارسول الله ليس لى قائد يقودنى الى المسجد فسأل رسول الله صلى الله عليه وسلم أن يرخص له فيصلى فى بيته فرخص له فلما ولى دعاه فقال هل تسمع النداء بالصلوٰة فقال نعم قال فأجب‘‘ (صحيح لمسلم: ۱/۲۳۲) عشاء اور فجر کا وقت راحت و آرام کا وقت ہوتا ہے، عام طور سے سستی اور کاہلی انہی دونوں اوقات میں ہوتی ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ان دونوں اوقات میں نماز میں حاضری منافقین پر بہت شاق گذرتی ہے، حالانکہ اگر ان دونوں نمازوں کی فضیلت کا تمہیں علم ہوجائے تو تم مسجد کی جانب ضرور آؤ گرچہ گھسیٹ کر آنا پڑے: ’’عن أبى هريرة رضى الله عنه قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: ان اثقل صلوٰة على المنافقين صلوٰة العشاء وصلوٰة الفجر، ولو يعلمون مافيهما لأتوهما ولوحبوا‘‘ (صحيح لمسلم: ۱/۲۳۲) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ مسجدوں میں نماز پنجگانہ کی جماعت کا اہتمام کرو کیوں کہ یہ سنن ہدیٰ میں سے ہے، اگر تم لوگ اپنے گھروں میں نماز پڑھنے لگو اور مسجدوں کو چھوڑ دو تو اپنے نبی کی سنت کو چھوڑ دوگے اور نبی کی سنت کو چھوڑ دوگے تو گمراہ ہوجاؤ گے: ’’عن عبد الله بن مسعود رضى الله عنه قال: حافظوا على هولاء الصلواة الخمس حيث ينادى بهن فانهن من سنن الهدىٰ… ومامنكم من احد إلا وله مسجد فى بيته، ولو صليتم فى بيوتكم وتركتم مساجدكم تركتم سنة نبيكم ولو تركتم سنة نبيكم لكفرتم‘‘ (ابو داؤد: ۱/۸۱) مذکورہ تفصیل سے یہ بات معلوم ہوئی کہ نماز پنجگانہ کے لئے مسجد اور جماعت کا اہتمام حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت میں سے ہے، جس کا التزام و اہتمام نہایت ضروری ہے، محض سستی اور کاہلی کی وجہ سے گھروں میں فرض نماز پڑھنے کا معمول بنالینا بڑی بدقسمتی اور خیر و برکات سے محرومی کی بات ہے، لہٰذا ہر عاقل، بالغ مسلمان پر لازم ہے کہ وہ مسجد جا کر جماعت کے ساتھ نماز ادا کرے اور بغیر کسی شرعی عذر کے گھر میں نماز نہ پڑھے، اگر وہ گھر میں ہی نماز پڑھ لیتا ہے تو نماز تو ہوجائے گی، البتہ جماعت اور مسجد کے ثواب سے محرومی کی وجہ سے وہ کامل و مکمل نماز نہیں ہوگی، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو موذن کی آواز سنے اور کوئی عذر نہ ہونے کے باوجود مسجد کو نہ جائے (بلکہ گھر میں ہی نماز پڑھ لے) تو اس کی نماز قبول نہیں ہوگی یعنی کامل و مکمل نہیں ہوگی، صحابہ نے پوچھا عذر کیا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا خوف (دشمن کا) یا مرض: ’’عن ابن عباس قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم من سمع المنادى فلم يمنعه من اتباعه عذر قالوا وما العذر؟ قال خوف أو مرض لم تقبل منه الصلوٰة التى صلى‘‘ (ابو داؤد: ۱/۸۱) ’’واحتج اصحابنا والجمهور لهذه الاحاديث على ان الجماعة ليست بشرط لصحة الصلوٰة…ولا فرضا على الاعيان خلافا لجماعة من العلماء والمختار انها فرض كفاية وقيل سنة‘‘ (النووى على المسلم: ۱/۲۳۱) ۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم

Scanned with CamScanner

امارت شرعیہ بہار اڑیسہ وجھارکھنڈ کا ترجمان

ہفتہ وار
نقیب
پھلواری شریف پٹنہ

پھلواری شریف

جلدنمبر 64/74 شمارہ نمبر 03 مورخہ ۳/رجب المرجب ۱۴۴۵ھ مطابق ۱۵/جنوری ۲۰۲۴ء روز سوموار

ای ڈی پر حملہ

انفورسمیٹ ڈائرکٹوریٹ (ED) پر مشتعل ہجوم کے ذریعہ حملہ کی خبریں ان دنوں موضوع بحث بنی ہوئی ہیں، یہ حملے ۴/اور ۶/جنوری ۲۰۲۴ء کو مغربی بنگال میں ای ڈی کی ٹیم پر ہوئے، یہ حملے چوبیس پرگنہ ضلع کے سندیش کھالی اور بن گاؤں کے نیمول ٹولہ میں کیے گیے، موقع راشن گھوٹالے معاملہ میں شاہ جہاں شیخ اور آدھا شنکر کی گرفتاری کا تھا، ای ڈی ٹیم جب ان جگہوں پر گرفتاری کے لیے پہونچی تو سندیش کھالی میں مشتعل ہجوم نے حملہ کرکے جانچ ایجنسی کی گاڑی میں توڑ پھوڑ کیا اور تین افسران کو خطرناک چوٹیں آئیں، شاہ جہاں شیخ اور آدھا شنکر کا تعلق ترنمول کانگریس سے ہے، اس لیے بھاجپا کی طرف سے اس پر سیاست گرما گئی ہے، اور اسے لا اینڈ آرڈر کی بدحالی قرار دیا جارہا ہے، خبر یہ بھی ہے کہ ای ڈی کے ارکان کو گاؤں والوں نے دوڑا دوڑا کر مارا اور انہیں کھدیڑ دیا، باخبر ذرائع کے مطابق حملہ آوروں نے ایک لیپ ٹوپ، چار موبائل فون اور دستاویزوں سے بھرے بیگ چھین لیے گیے۔ دوسری طرف مشتعل ہجوم کا کہنا ہے کہ ای ڈی والے شاہ جہاں شیخ کے بند مکان کا تالا توڑ رہے تھے اور ان کے پاس تلاشی وارنٹ نہیں تھا، اس لیے ان پر حملہ کیا گیا، ایف آئی آر ای ڈی کے ذمہ داران اور حملہ آوروں کی جانب سے بھی درج کرائے گیے ہیں، قانونی کاروائی کا مرحلہ طویل ہوتا ہے اور وہ جاری رہے گا۔

یہ حملے یقیناً قابل افسوس اور لائق مذمت ہیں، قانون کو اپنے ہاتھ میں لینے کا حق کسی کو نہیں دیا جاسکتا، خواہ وہ کس قدر بھی بااثر ہو، ظلم اور زیادتی بھی اگر ہورہی ہے تو اس کے دور کرنے کا یہ طریقہ انتہائی غلط ہے کہ خود سے حملہ آور ہو جایا جائے، قانون کو اپنا کام کرنے دینا چاہیے اور قانون کی لڑائی قانون سے ہی لڑی جانی چاہیے، اس کے باوجود اس حقیقت سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ ای ڈی کے بارے میں عام تاثر یہ ہے کہ وہ حکمراں طبقے کے اشارے پر بھاجپا مخالف لیڈران اور کارکنان کو ہراساں کرنے انہیں ذلیل کرنے اور جیل کی سلاخوں کے پیچھے ڈالنے کا کام کررہی ہے، اگر اس کی جانچ میں شفافیت ہے تو وہ حکمراں طبقے کے کسی لیڈر پر کیوں ہاتھ نہیں ڈالتی، کیا وہاں سارے لوگ دودھ کے دھلے ہوئے ہیں، ظاہر ہے ایسا بالکل نہیں ہے، اس کو تقویت بعض ایسے معاملات سے ملتی ہے، جس میں واضح طور پر ای ڈی کی غلطی سامنے آگئی ہے، پہلی خبر تامل ناڈو کی ہے، جہاں ای ڈی نے دو غریب کسانوں کے خلاف مالی بدعنوانی کا معاملہ درج کیا اور ان کے خلاف نوٹس بھی جاری کردیا ایک ایسے معاملہ میں جس میں عدالت کا فیصلہ بھی ان دونوں بھائیوں کے حق میں آچکا تھا، گو یہ معاملہ چھ ماہ قبل کا ہے، لیکن سوشل میڈیا پر یہ وائرل ہوا تو ہنگامہ کھڑا ہو گیا، بعد میں ای ڈی نے اپنی غلطی مان کر معاملہ واپس لے لیا، اس سے یہ بات صاف ہوگئی کہ ای ڈی نے سیاسی طور پر ہی ان دونوں بھائیوں کو پھنسانے کا کام کیا تھا، تامل ناڈو میں ریاستی پولیس نے ایک ای ڈی افسر کو رشوت لینے کے الزام میں گرفتار بھی کیا تھا، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ای ڈی بھی بدعنوانوں سے پاک نہیں ہے، اس افسر کی گرفتاری کے بعد تامل ناڈو پولیس ای ڈی کے دفتر پر چھاپہ ماری کے لیے بھی پہونچ گئی تھی، مرکزی حکومت کو جھارکھنڈ میں بھی ایک ای ڈی افسر کو تحفظ فراہم کرانا پڑا تھا۔

پولیس والوں کے بارے میں اس قسم کے قصے عام ہیں اور ان کا رعب ودبدبہ کچھ تو اس وجہ سے اور کچھ معمولی رقم لے کر ملزمین کو چھوڑنے اور رشوت کی گرم بازاری کی وجہ سے ختم ہوگیا ہے، اب پولیس سے بچے بھی نہیں ڈرتے، ہمارے بچپن میں کسی کے گھر پولیس پہونچ جاتی تو پورا گاؤں خوف زدہ ہوجاتا تھا اور بچے گھر کے کسی گوشے میں دبک جاتے تھے، اب بے خوفی کا یہ عالم ہے کہ پولیس آتی ہے تو پورے گاؤں اور محلّہ کے لوگ اس کے گرد جمع ہوجاتے یں اور بحث ومباحثہ بلکہ گالی گلوج تک کی نوبت آجاتی ہے، اس سے زیادہ بات بڑھی تو پولیس کو کھدیڑنے سے بھی لوگ باز نہیں آتے اور پولیس اپنے دفاع میں آنسو گیس کے گولے، لاٹھی چارج اور کبھی کبھی گولیاں چلانے سے بھی باز نہیں آتی۔

لیکن ای ڈی کے ساتھ ایسا نہیں ہوا تھا، وہ جس کو چاہتی تھی کئی کئی دن اور گھنٹوں پوچھ تاچھ کرتی اور پھر دفعات لگا کر گرفتار کرلیا کرتی تھی، کسی طرف سے کوئی مخالفت عملاً نہیں ہوتی تھی، پھر ہوا یہ کہ ای ڈی کی نوٹس اور سمن کی سیاسی قائدین نے ان دیکھی شروع کردی، بار بار سمن کے باوجود وہ اس کی طلبی پر حاضر نہیں ہورہے ہیں، چوبیس پرگنہ کے ان دو واقعات نے ثابت کردیا ہے کہ اب سیاسی بنیادوں پر اس کے غیر ضروری مداخلت اور ہراسانی کی وجہ سے لوگوں کے دلوں سے اس کا خوف نکل سا گیا ہے، چنانچہ ای ڈی کے ارکان کے ساتھ ایسا شرم ناک واقعہ پیش آیا، اس لیے ای ڈی کو اپنے طریقہ کار پر غور کرنا چاہیے اور اسے سیاسی ہتھکنڈوں کا ذریعہ نہیں بننا چاہیے، تبھی اس کا وقار، اعتبار اور اعتماد قائم ہوگا، جو تیزی سے ختم ہوتا جارہا ہے۔

یہ بات ہم نہیں کہہ رہے ہیں، اس کے قبل عدالت عظمیٰ (سپریم کورٹ) نے بھی ای ڈی کے کام کرنے کے طریقے پر سخت تبصرہ کیا تھا، واقعہ یہ ہے کہ ای ڈی کو اس طریقۂ کار کے باوجود بڑی کامیابی نہیں مل رہی ہے، گذشتہ جولائی میں سرکار نے پارلیامنٹ کو مطلع کیا تھا کہ ابھی تک ای ڈی نے پانچ ہزار چار سو بائیس (5422) معاملے درج کیے ہیں، جس میں صرف تئیس (23) معاملات میں ہی مجرموں کو سزا مل سکی ہے، یعنی حکومت ہند اس محکمہ پر لاکھوں روپے ماہانہ خرچ کرکے آدھے فی صد سے بھی کم کامیابی حاصل کر پائی ہے، اس کی وجہ اس کا طریقہ کار اور سرکار کے چشم وابرو کو دیکھ کر عجلت میں معاملات کا اندراج ہے، جس کے پیچھے ٹھوس ثبوت اور مضبوط شواہد نہیں ہوتے، البتہ جس پر معاملہ درج ہوا وہ غیر ضروری طور پر ہراساں اور لوگوں کی نظر میں مشکوک ہوجاتا ہے، حکومت یہی چاہتی ہے؛ لیکن یہ انصاف کے تقاضوں کے خلاف ہے۔

ای ڈی نے اگر اپنے طریقہ کار کو نہیں بدلا اور سیاسی بنیادوں پر مقدمات درج کیے جاتے رہے تو بہت ممکن ہے کہ دوسری جگہوں پر بھی عوام اس حربے کا استعمال کرنے لگے، ظاہر ہے شاہ جہاں شیخ کے لیے آؤٹ لک نوٹس اور سرحد کی گھیرابندی اور آدھا شنکر کی گرفتاری سے اس قسم کے واقعات کے سلسلے کو روکا نہیں جاسکے گا، ضروری سطح پر کام کرنے کی ہے، حکمراں طبقہ کے سیاسی دباؤ میں ای ڈی کاروائی نہ کرے، اور عوام اس قسم کی شرمناک حرکت سے پرہیز کرے، قانون کو اپنے ہاتھ میں نہ لے کہ یہ کسی طور پر درست نہیں ہے۔

اگر ہماری جانچ ایجنسیوں خصوصا ای ڈی اور سی بی آئی سے لوگوں کا اعتماد اٹھ گیا تو ملک کے لیے یہ بڑا نقصان ہوگا، ہمیں ایسے اقدام کرنے چاہیے جس کی وجہ سے ای ڈی کے بارے میں اعتماد اور اس کے احترام میں اضافہ ہوسکے۔ اس کے لیے ای ڈی کو چھاپہ ماری کے لیے طے شدہ اصولوں (SOP) کا خیال رکھنا ضروری ہوگا، جو اس کے طریقہ کار کی بھی تعیین کرتی ہے۔

مسلم پرسنل لا میں مداخلت

بمبئی ہائی کورٹ کے جسٹس راجیش پاٹل کی سنگل بینچ نے طلاق شدہ مسلم خواتین کو دوسری شادی کے بعد بھی پہلے شوہر سے نفقہ کے حصول کے مطالبہ کو درست قرار دیا ہے، یہ فیصلہ سیدھے سیدھے مسلم پرسنل لا میں مداخلت ہے، مسلم پرسنل لا کے مطابق مطلقہ عورت اگر اس کا مہر ادا کردیا گیا ہو تو نفقہ عدت کے سوا اور کسی چیز کی حقدار نہیں ہے، شوہر اس کے گھر سے رخصت ہوتے وقت حسن سلوک کے طور پر کچھ دیدے تو یہ ایک مستحسن امر ہے جو "متاع معروف" اور "تسریح بالاحسان" کے ذیل میں آتا ہے، لیکن طلاق کے بعد اس کو نان ونفقہ دیا جائے یہ بات شریعت اور مسلم پرسنل لا کے خلاف ہے، اس لیے کہ عدت گذرنے کے بعد وہ پورے طور پر اس شوہر کے لیے اجنبیہ کی طرح ہے، وہ اپنے نفس کی مجاز ہے، جہاں چاہے شادی کرکے اپنی نئی زندگی شروع کرسکتی ہے۔ اس فیصلہ کا مطلب تو یہ ہوگا کہ ایک اجنبیہ عورت کے لیے کسی پر نان ونفقہ کو لازم قرار دیا جائے۔

اس سے قبل شاہ بانو کیس اور دوسرے معاملات میں جو فیصلے آئے تھے، اس میں تاعمر یا دوسری شادی تک کی قید لگی ہوئی تھی، اور عدالت کا موقف یہ تھا کہ اگر پہلے شوہر سے نفقہ نہ دلایا جائے تو اس کے خورد ونوش کا کیا ہوگا، راجیو گاندھی کے دور اقتدار میں شاہ بانو کیس کے فیصلہ پر جو مسلمانوں نے احتجاج درج کرایا تھا اس کی روشنی میں مسلمانوں کو عدالت کے اس نقطۂ نظر اور قانون کی ایسی تشریح کے نفاذ سے مستثنیٰ قرار دیا گیا تھا۔ مسلم قائدین نے حکومت پر واضح کردیا تھا کہ اسلام میں بے سہارا کوئی نہیں ہے، جس کا کوئی وارث نہیں ہوتا اس کا نفقہ امیر شریعت بیت المال سے دے سکتے ہیں۔

حالیہ فیصلہ اس عمومی نقطۂ نظر کے بھی خلاف ہے اور مسلم پرسنل لا میں مداخلت کے قبیل سے ہے، جسٹس راجیش پاٹل کا کہنا ہے کہ طلاق پر حقوق کے تحفظ مسلم ایکٹ MWPA1998 کے سیکشن A(1)3 میں دوبارہ شادی کے ساتھ نفقہ مطلقہ کو مشروط نہیں کیا گیا ہے، یہ لفظ اس ایکٹ سے غائب ہے، اس لیے شادی کے بعد بھی مطلقہ کو معقول رقم کے مطالبہ کا سابق شوہر سے حق ختم نہیں ہوتا، سیکشن A(1)3 کے تحت وہ کفالت کا دعویٰ کرسکتی ہے، یہ دعویٰ وہ طلاق کی تاریخ سے کر سکتی ہے، اور یہ مطالبہ اس کی دوسری شادی میں رکاوٹ بھی نہیں بنے گا، اس فیصلہ کا مطلب یہ ہوا کہ اگر عورت دوسرے شوہر سے بھی طلاق پالے اور تیسری شادی کرلے تو بیک وقت پہلے دونوں سے شوہر سے معقول نان ونفقہ وصول کرسکے گی، اور وہ اس سلسلے کو دراز بھی کرسکتی ہے، اگر اس فیصلے کو دلیل بنالیا جائے تو ہر شوہر کو ناک میں دم کرکے عورت طلاق لیتی رہے گی اور پرانے شوہر سے نفقہ وصول کرتی رہے گی اور ظاہر ہے MDPA-1998 میں سابقہ شوہروں کی تعداد بھی مقرر نہیں ہے، اس لیے یہ عورتوں کے ذریعہ مرد پر ظلم وستم کا نیا بازار کھول دے گا، خانگی زندگی تباہ ہوکر رہ جائے گی، اس مسئلہ پر مسلم پرسنل لا بورڈ کو نوٹس لینی چاہیے اور اس کے تدارک کی شکل نکالنی چاہیے۔

بلقیس بانو کو انصاف

عدالت عظمیٰ (سپریم کورٹ) نے گجرات سرکار کے ذریعہ بلقیس بانو کے مجرمین کی رہائی کے حکم کو رد کرکے بتا دیا ہے کہ گجرات سرکار کو یہ حق نہیں تھا کہ وہ ان گیارہ مجرمین کی رہائی کا حکم جاری کرے، جنہوں نے ۳/مارچ ۲۰۰۲ء کو بلقیس بانو کی اجتماعی عصمت دری کی تھی، اس کے خاندان کے سات افراد کو قتل کردیا تھا، جس میں بلقیس بانو کی تین سالہ بیٹی بھی شامل تھی، خود ۲۱/سال کی بلقیس بانو پانچ ماہ کی حاملہ تھی، یہ ایسا دردناک واقعہ تھا جو گجرات فساد میں نسل کشی کا عنوان بن گیا تھا، ۲۰۰۴ء میں ملزمین گرفتار کیے گیے، ۲۰۱۸ء میں خصوصی عدالت نے گیارہ مجرمین کو عمر قید کی سزا سنائی، مئی ۲۰۱۷ء میں بمبئی ہائی کورٹ نے اس فیصلہ کو برقرار رکھا، ۱۵/اگست ۲۰۲۲ء کو گجرات سرکار نے معافی دے کر ان مجرموں کو رہا کر دیا، ۸/جنوری ۲۰۲۴ء کو سپریم کورٹ نے گجرات سرکار کے فیصلے کو رد کرکے دو ہفتہ کے اندر مجرمین کو خود سپردگی کا حکم دیا ہے، پورے ملک نے اس فیصلہ کا خیر مقدم کیا ہے اور اسے حق وانصاف کی جیت قرار دیا ہے۔

اس مقدمہ کا فیصلہ کرتے ہوئے جسٹس بی وی ناگرتھنا اور اُجل بھوئیاں نے گجرات حکومت کو سخت پھٹکار لگائی کہ اس نے اپنے دائرہ اختیار سے تجاوز کرکے یہ فیصلہ لیا، اسے اس طرح کا حکم صادر کرنے کا اختیار ہی نہیں تھا، اس قسم کا کوئی فیصلہ صرف گجرات حکومت لے سکتی تھی کیوں کہ اس کی سماعت مہاراشٹرا میں ہوتی تھی اور وہی حکومت رہائی کا حکم دے سکتی تھی، بینچ نے دفعہ ۳۲/کے تحت بلقیس بانو کی عرضی کو قابل سماعت قرار دیا اور دفعہ ۴۳۲/کی تشریح کے ضمن میں یہ ثابت کیا کہ گجرات حکومت کا یہ فیصلہ قابل اعتراض اور قانونی تقاضوں کے خلاف تھا، جسٹس بی وی ناگرتھنا نے مشہور فلسفی افلاطون کا یہ قول نقل کیا کہ "منصف کی حیثیت ڈاکٹر کی ہوتی ہے جو مریضوں کی صحت یابی کے لیے کڑوی دوائیں تجویز کرتا ہے۔"

بلقیس بانو کے ہونٹوں پر کوئی ڈیڑھ سال بعد مسکراہٹ نظر آئی، انہوں نے خود بھی اقرار کیا کہ ڈیڑھ سال کے بعد میں مسکرائی ہوں، جب سے مجرمین کو رہا کیا گیا تھا میں انتہائی کرب میں تھی، مجھے پھر سے ان مجرمین کی جانب سے خطرہ لاحق ہوگیا تھا، کیوں کہ کسی بھی مرحلہ میں مجھے حکومت کی جانب سے تحفظ فراہم نہیں کیا گیا، اور رہائی کے بعد ان کے حوصلے اس قدر بڑھ گیے تھے کہ وہ پھر سے کسی اور حد تک جاسکتے تھے، ان کے دوبارہ جیل کی سلاخوں کے پیچھے جانے کے حکم سے مجھے انتہائی اطمینان اور سکون ملا ہے، اور یقین ہوگیا کہ انصاف ابھی زندہ ہے۔ بلقیس بانو نے ان تمام لوگوں کا بھی شکریہ ادا کیا ہے، جو ان کی پشت پر مضبوطی سے کھڑے رہے اور ان کا حوصلہ بڑھایا، ان لوگوں میں خواتین بھی ہیں اور مرد بھی، یہ تعداد ہزاروں تک پہونچتی ہے، معلوم ہوا کہ فیصلہ یقیناً ہمارے بس میں نہیں ہوتا لیکن مظلوموں کا ساتھ دے کر اسے کیفر کردار تک پہونچانے میں معاون تو بن ہی سکتے ہیں۔

Scanned with CamScanner

یادوں کے چراغ

✍: مفتی محمد ثناء الہدیٰ قاسمی

مولانا وصی احمد شمسی رح

مولانا محمد وصی احمد بن محمد شہاب الدین بن شیخ طولن بن شیخ سعد علی (شیخ سعدو) بن شیخ روشن علی بن شیخ بہادر علی بن شیخ محمد بھولا ساکن روپس پور دھمسائن تھانہ علی نگر ضلع دربھنگہ نے آئی جی ایم ایس پٹنہ میں مختصر علالت کے بعد 19/جمادی الاخری 1445ھ مطابق 2/جنوری 2024 بروز منگل اس دنیا کو الوداع کہا، وہ شوگر اور قلب کے مریض تھے، لیکن مرض وفات بائیک سے گرنا قرار پایا، جس سے ان کے کولھے کی ہڈی ٹوٹ گئی تھی اور وہ صاحب فراش ہوگیے تھے، ہر وقت رواں رہنے والی شخصیت جب بستر سے لگ جائے تو بہت سارے امراض ایسے ہی سامنے آجاتے ہیں، اس لیے وہ مجموعۂ امراض بن گیے، جنازہ ان کے آبائی گاؤں لے جایا گیا اور ماسٹر محمد قاسم صاحب دامت برکاتہم کی امامت میں ہزاروں سوگواروں نے ان کی نماز جنازہ پڑھی اور گاؤں کے قبرستان میں انہیں سپرد خاک کردیا گیا، پس ماندگان میں اہلیہ صالحہ بشریٰ بنت مولانا عبد الرحمٰن صاحب امیر شریعت خامس اور پانچ لڑکے محمد زکریا (خرم بابو) محمد یحیٰ (فرخ بابو) محمد یعلیٰ (معظم عارف)، محمد مرتضیٰ (کاشف رضا)، محمد مجتبیٰ (مناظر صدیقی) اور ایک لڑکی نشاہ فاطمہ (عشرت بتول) کو چھوڑا، سبھی نیک صالح اور والد کے لیے صدقہ جاریہ ہیں، مولانا اپنے پانچ بھائیوں اور تین بہنوں میں سب سے چھوٹے تھے، سب سے بڑے بھائی علی احمد مرحوم تھے، جو مشہور سیاسی قائد عبد الباری صدیقی سابق وزیر حکومت بہار کے والد محترم ہیں۔

مولانا محمد وصی احمد شمسی کی ولادت مارچ 1946ء میں روپس پور دھمسائن میں ہوئی، سرکاری کاغذات میں 29 مئی 1949 درج ہے، والد کا نام محمد شہاب الدین (عرف شہبو دمیاں جی فورمین) والدہ کا نام زینت النساء، بنت منشی بشارت علی ہے، ابتدائی تعلیم اپنے گاؤں بلکہ اپنے دالان میں مولوی محی الدین اور ان کے والد حافظ محمد یوسف (کلٹو حافظ جی) سے پائی۔ 1956 میں اپنے بڑے ماموں حضرت مولانا عبد الرحمٰن صاحبؒ کے ساتھ مدرسہ حمیدیہ گودنا، ضلع سارن چلے گیے اور یہاں ناظرہ قرآن سے لے کر فوقانیہ تک کی تعلیم پائی۔ 1967 میں مدرسہ اسلامیہ شمس الہدیٰ پٹنہ میں درجہ مولوی میں داخلہ لیا اور یہیں سے فضیلت تک کی تعلیم حاصل کی، اسی دوران آپ نے پرائیوٹ سے گورمنٹ کالجیٹ اسکول بانکی پور، پٹنہ سے میٹرک سکنڈ ڈوزن سے پاس کرلیا، 77-1976 میں عربی فارسی ریسرچ انسٹی چیوٹ پٹنہ سے ڈپلوما ان ایجوکیشن (DIP.IN.ED) کیا، تعلیمی ادوار کے ختم ہونے کے بعد آپ کی بحالی بحیثیت مدرس ان کی مادر علمی مدرسہ حمیدیہ گودنا میں ہوگئی، مدرسہ کی مالیات کی فراہمی کے لیے ان کا سفر قرب وجوار کے مواضعات میں ہوا کرتا تھا، جس سے ان کے ذہن میں کشادگی پیدا ہوئی، چندہ کے تعلق سے ہی مولانا کا گذر سون پور ہوا، وہاں ایس پی ایس سمیزی ہائی اسکول میں مولانا سید عبد الحلیم صاحب چالیس سالوں سے ہیڈ مولوی تھے، انہوں نے اس جوہر قابل کو پہچانا اور ایک سو روپے ماہانہ پر مولانا وصی احمد صاحب کی بحالی اس اسکول میں ہوگئی، آپ نے 25 جنوری 1974 سے مئی 1981 تک اس اسکول میں تدریسی خدمات انجام دیں، مزاج داعیانہ اور جذبہ سماجی خدمات کا تھا اس لیے دو تین جگہ اردو اور اردو پرائمری اسکول بھی قائم کرایا، مئی 1981 میں آپ نے اپنا تبادلہ پوہدی بیلا ہائی اسکول میں کرالیا، اس طرح وہ گھر کے قریب تو آگیے لیکن وہ اس تبادلہ کو اپنی زندگی کی بڑی بھول کہا کرتے تھے، اسی درمیان سرکار کی اجتماعی تبادلہ کی پالیسی آئی اور مولانا کا تبادلہ پوہدی بیلا اسکول سے واٹسن پلس ۲ ہائی اسکول مدھوبنی میں ہوگیا، چنانچہ نومبر 1995 میں آپ نے اسکول جوائن کرلیا، اور جب آپ کے سینئر ریٹائر ہوگیے تو آپ اس اسکول کے پرنسپل بنے اور یہیں سے مدت ملازمت پوری کرکے 3/مئی 2009 سبکدوش ہوئے، آپ کے ہزاروں شاگرد ملک اور بیرون ملک میں دینی خدمات انجام دے رہے ہیں۔

مولانا مرحوم کی شناخت علمی، تعلیمی، سماجی اور مذہبی انسان کی حیثیت سے تھی، اس حوالہ سے ان کے تعلقات ملک کی بڑی شخصیات سے تھیں، وہ ایک خوش اخلاق، خوش اطوار، خوش لباس آدمی تھے، اپنے خیالات کے اظہار میں بے باک تھے، بعض سے بالمشافہہ وہ ملاقات کرتے اور بعضوں سے خط وکتابت تھی، وہ زمانہ دراز تک امارت شرعیہ کی مجلس شوریٰ کے رکن رہے اور ان کے مفید مشورے ہمارے کام آتے رہے، ملی کونسل کے رکن اور بہار ملی کونسل کے کنویز کی حیثیت سے بھی ان کی خدمات قابل قدر ہیں، ان کا مطالعہ بڑا وسیع تھا، وہ حاصل مطالعہ لکھنے کے عادی تھے، ڈائری لکھا کرتے تھے، جو مضامین پسند آئے، اسکے اقتباسات محفوظ کرلیا کرتے تھے، انہیں لکھنے کا اچھا سلیقہ تھا، حیات عبد الرحمٰن اور یادوں کی بہار ان کی تصنیفی یادگار ہے، حیات عبد الرحمٰن منظوم بھی انہوں نے شائع کرائی تھی، ان کی کتاب یادوں کی بہار معلومات کا خزینہ اور یادوں کی انسائیکلو پیڈیا ہے، آٹھ سو اٹھائیس صفحات پر مشتمل یہ کتاب ادب وتاریخ کی لائبریری میں قابل قدر اضافہ ہے، وہ اس کتاب کی اشاعت کو حاصل زندگی قرار دیتے تھے، اس کی طباعت پر بے انتہا خوش تھے اور دوسرا ایڈیشن لانے کے لیے انتہائی فکر مند تھے، عبد الباری صدیقی صاحب نے اس کے صرفہ کی ذمہ داری قبول کرلی تھی (بقیہ صفحہ:۹ر پر)

کتابوں کی دنیا

✍: ایڈیٹر کے قلم سے

(تبصرہ کے لئے کتابوں کے دو نسخے آنے ضروری ہیں)

سمندر منتظر ہے

ڈاکٹر سید فضل رب (ولادت یکم اپریل ۱۹۴۳ء) ساکن اسماعیل کاٹیج سیکٹر ۲، ہارون نگر پھلواری شریف، پٹنہ، اعزازی ڈائرکٹر انسٹی چیوٹ آف آبجیکٹو اسٹڈیز، پٹنہ چیپٹر، علمی دنیا کا ایک معتبر نام ہے، وہ تعلیمی اعتبار سے ایم اے (عمرانیات) ایم، ایل، آئی (لائبریری وانفارمیشن سائنس) بی، ایل، پی ایچ ڈی ہیں، نصف درجن سے زائد اداروں میں خدمات انجام دی ہیں اور کم وبیش ایک درجن اداروں سے بحیثیت رکن اعزازی طور پر جڑے رہے ہیں، پروجیکٹ ڈائرکٹر اور رابطہ کار کی حیثیت سے جو خدمات انہوں نے انجام دی ہے وہ اس پر مستزاد ہیں، درس وتدریس کا دائرہ پٹنہ، مگدھ، نالندہ اوپن یونیورسیٹی تک پھیلا ہوا ہے، مختلف موضوعات پر انگریزی میں نصف درجن کتابیں شائع ہوچکی ہیں، مقالات، افسانے اور ناول کے اعداد وشمار دستیاب نہیں ہیں، درد کی آنچ، پھر جس انداز سے بہار آئی، فاصلہ، مہابھیکاری وغیرہ ان کے مشہور افسانے ہیں، ایک ناول ''سمندر منتظر ہے'' کا مجھے پتہ ہے جو زیر مطالعہ ہے۔

''سمندر منتظر ہے'' ناول کے پیرایہ میں ہے، اس میں ناول کے تمام اجزاء ترکیبی کو شعوری طور پر برتنے کی کوشش کی گئی ہے، دو سو پنچانوے (۲۹۵) صفحات پر مشتمل یہ ناول ہندو پاک کی تقسیم، نقل مکانی میں مہاجرین کے کرب والم اور خون کے دریا سے گذرنے کا بیانیہ ہے، ٹوٹتی محبتیں، بکھرتے خاندان، منقسم اقدار اور دم توڑتی تہذیبوں کا ماتم اور مرثیہ سب کچھ اس میں موجود ہے، یہ داخلی کیفیات اور خارجی احوال وواقعات ومشاہدات کا آئینہ خانہ ہے، اس آئینہ خانہ کو سجانے، سنوارنے اور صیقل کرنے کے لیے جن کرداروں کو زندگی بخشی گئی ہے وہ ڈاکٹر فضل رب کے سحر نگار قلم سے چلتی، پھرتی، اچھلتی، کودتی، بل کھاتی نظر آتی ہیں، ناول واقعہ نگاری، ماجرا نگاری، سراپا نگاری کا مرقع ہوتا ہے، ڈاکٹر فضل رب نے ان تینوں امور پر اپنے قلم کی جولانیاں صرف کی ہیں اور اس کے ہر کردار کو زندہ وجاوید بنادیا ہے، ناول میں گاؤں کی زندگی اور شہروں کی بود وباش کے موازنہ اور فکری اختلاف نے اس ناول کو وسیع کینوس عطا کردیا ہے، رحمت نگر، منشی نگر، سمندر، شاہد، محسن، مشفق، ریاض، مسجد، سجدے اور عبادت یہ جامد الفاظ نہیں ہیں، ان کے پیچھے معنوی علامت کی ایک دنیا ہے واقعہ یہ ہے کہ ناول کی فکری جہتوں کی وسعتوں کو سمیٹنا اسے الفاظ میں بند کرنا، اس کی گہرائیوں تک پہونچنا سرسری مطالعہ سے ممکن نہیں ہے، کچھ کرداروں کی زبانی اور کچھ پلاٹ کی ترتیب سے یہ بات بھی واضح ہوتی ہے کہ مصنف روز بروز تہذیبی انحطاط، اخلاقی زبوں حالی اور متضاد تہذیبوں کے تصادم کے نتیجے میں جو نقصان ہو رہا ہے اس سے بچانا چاہتا ہے اور حالات کی نا مساعدت کے باوجود ان امتیازات کی حفاظت کو فرض سمجھتا ہے، مصنف ایمان والا ہے اس لیے بڑے مشکل حالات میں بھی ناول کے کسی کردار سے یاس وقنوطیت کا درس قاری میں منتقل نہیں کرتا، بلکہ وہ ہر دم رجائیت کا علم تھامے ہوا ہے، اور قاری اس کے مطالعہ سے اس نتیجہ پر پہونچتا ہے کہ رات کی جو سیاہی پھیلتی جارہی ہے اس کے دوسرے سرے پر نمود صبح کا مژدہ ہے، جو مشاہداتی بھی ہے اور تجرباتی بھی۔

اس ناول کو پڑھنے سے وطن کی محبت اور پردیس کا غم والم اور درد وکرب بھی سامنے آتا ہے، پردیس میں رہ کر شاہد وطن کی یادوں میں کھویا رہتا ہے اور جب وہ برسوں بعد اپنے وطن واپس ہوتا ہے تو اس کی دلی کیفیات کا بیانیہ مطالعاتی بھی ہے اور دیدنی بھی، کیفیات کی دید ذرا مشکل کام ہے، لیکن جب خوشیاں چہرے پر رقصاں ہوں اور دل مسرت سے بلیوں اچھل رہا ہو تو کیفیات مشاہدات میں تبدیل ہوجاتے ہیں۔ مصنف نے اس ناول میں شاہد کے جذبات کو الفاظ کی زبان بخش دی ہے، جو زبان حال سے بولتے ہیں اور زبان حال کی باتیں دلوں تک منتقل ہوا کرتی ہیں، واپسی میں جب شاہد ایر پورٹ کی زمین کو چومتا ہے تو وہ اس کی وطن سے محبت کا استعارہ معلوم ہوتا ہے، وہ مسلمان ہے اس لیے ہم یہ نہیں کہہ سکتے کہ وہ اپنے وطن کے ذرہ کو دیوتا سمجھتا ہے، وہ ایسا سوچ بھی نہیں سکتا، لیکن چومنا، بوسہ دینا محبت کی علامت ہر دور میں رہی ہے شاہد بھی زمین کو چوم کر اپنی عقیدت اور تعلق کا اظہار کرتا ہے۔

ناول کا اختتام اس پر ہوجاتا ہے، لیکن قاری کے ذہن میں کئی سوالات چھوڑ جاتا ہے، یہ سوالات تہذیب کی شکست وریخت، اشراف ارذال کی غیر اسلامی تقسیم، ذات برادری کی بنیاد پر اونچ نیچ کا تصور ہے، قاری یہ سوچتا ہے کہ کیا ہندوستان سے کبھی ختم ہوگا، نفرت کی گرم بازاری میں کیا محبت کے پھول کھل سکیں گے، کیا سنہا جی جیسے لوگ اپنی مکھ اگنی کے لیے اپنے بیٹا کے علاوہ رحیمن کو نامزد کرسکیں گے، ان سوالات کے جوابات کے لیے برسوں انتظار کرنا ہوگا، اس ناول کا جو قاری ہے وہ بھی سمندر کی طرح منتظر ہے۔

کتاب کی طباعت، کاغذ اور سرورق پُرکشش ہے اردو ڈائرکٹوریٹ محکمہ کابینہ سکریٹریٹ حکومت بہار کی مالی معاونت سے چھپی اس کتاب کی قیمت تین سو روپے ہے، بک امپوریم سبزی باغ، پٹنہ سے اسے حاصل کیا جاسکتا ہے، کمپوزنگ عطاء الرحمٰن، نظر ثانی تنویر اختر رومانی جمشید پور، مطبع روشان پرنٹرس دہلی اور ناشر ایجوکیشنل پبلشنگ ہاؤس دہلی ہے، کتاب کے انتساب کے جملے معنی خیز ہیں اور وہ یہ ہیں، ''اس فیصلے کے نام جس نے اس برصغیر کے لوگوں کو بے اماں کردیا، لیکن جس اماں کی خاطر کھودیا تھا اپنے ''سمندر'' کو تلاش اماں کی وہی تشنگی ہنوز باقی ہے''۔

کتاب کے ٹائٹل سے اس انتساب کی معنویت زیادہ واضح ہوتی ہے، سمندر کی طغیانی کے باوجود اوپر کے حصے میں لہلہاتے سبزہ زار اور بالکل سرورق پر اگتا ہوا ماہتاب، اس رجائیت کی تصویر ہے جو اس ناول کے مصنف کے قلب ودماغ کا حصہ ہے۔

ادبی اصناف کے بارے میں میرا خیال ہمیشہ سے یہ رہا ہے کہ ہیئت سے زیادہ یہ بات اہم ہے کہ کیا کہا جارہا ہے، اگر بات سچی کہی جارہی ہے تو ہیئت کی معنویت ثانوی ہے، فکر میں کجی ہو تو تمام اصناف نا قابل توجہ ہیں، اگر فکر کا قبلہ درست ہے تو افسانے، ناول، انشائیے، شاعری سب قابل قبول ہیں، فکری جہتوں کی تعیین کے بعد ہی فنی ارتقاء کو قابل اعتنا سمجھنا چاہیے، مجھے خوشی ہے کہ ڈاکٹر سید فضل رب نے اس ناول میں فکری اور فنی دونوں جہتوں کا خیال رکھا ہے، یہی اس ناول کے مطالعہ کا جواز ہے اور یہی میرے تبصرے کی بنیاد بھی۔

اللہ رب العزت ڈاکٹر سید فضل رب کو صحت وعافیت کے ساتھ درازیٔ عمر عطا فرمائے اور ان کے قلم کی جولانیوں کو استمرار اور دوام بخشے۔ آمین

Scanned with CamScanner

حکایات اہل دل

مولانا رضوان احمد ندوی

جواب دهی کا احساس: رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد نبوی کے قریب حضرت ربیعہ اسلمی رضی اللہ عنہ کو زمین کا ایک ٹکڑا دیا، اسی سے ملی ہوئی زمین حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی بھی تھی، وہاں ایک کھجور کا درخت کھڑا ہوا تھا، جب ربیعہ اسلمیؓ کے نام وہ زمین لاٹ کردی گئی تو ان دونوں حضرات کے درمیان اس کھجور کے درخت کے سلسلہ میں اختلاف رائے ہوا، حضرت ابوبکرؓ کی رائے یہ تھی کہ یہ درخت میری زمین میں ہے اور حضرت ربیعہ اسلمیؓ یہ کہنا چاہتے تھے کہ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جو زمین میرے نام کی ہے، یہ درخت اس زمین میں ہے، ذراسی تلخی دونوں کے درمیان پیدا ہوگئی اور اسی تلخی کے نتیجہ میں بشریٰ تقاضہ کی بناء پر حضرت ابوبکر صدیقؓ کی زبان سے کوئی سخت کلمہ نکل گیا، غصہ کی وجہ سے اس وقت تو بول گئے، لیکن کچھ ہی دیر کے بعد ان کو یہ احساس ہوگیا کہ میری زبان سے ایسا کلمہ نکلا ہے جس سے میرے ساتھی کو تکلیف ہوگئی، بس پریشان ہوگئے، فوراً ربیعہ اسلمیؓ کے پاس گئے اور بڑی عاجزی کے ساتھ فرمایا کہ: قُلْ لِي يَارَبِيْعَةَ! مِثْلَ مَاقُلْتُ لَکَ حَتّٰى تَكُوْنَ قِصَاصاً" ربیعہؓ! جو کلمہ میں نے تمہارے سلسلہ میں اپنی زبان سے کہا ہے، وہی کلمہ تم میرے بارے میں بھی کہہ دو، تاکہ دنیا میں ہمارا تمہارا معاملہ صاف ہوجائے، آخرت کے لیے کچھ باقی نہ رہے، حضرت ربیعہ اسلمیؓ نے فرمایا کہ حضرت! میں یہ کلمہ آپ کی شان میں اپنی زبان سے نہیں ادا کرسکتا، حضرت ابوبکرؓ مصر کہ تم کو یہ بات میرے سلسلہ میں کہنی ہوگی؛ تاکہ معاملہ دنیا کے اندر رفع دفع ہوجائے، آخرت کے لئے کچھ باقی نہ رہے، لیکن حضرت ربیعہؓ جرأت نہیں کر پا رہے تھے، اس کلمہ کو اپنی زبان سے نکالنے کے لئے، اصرار کے باوجود انہوں نے انکار کیا، حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا کہ اگر تم نے وہ کلمہ میرے لئے زبان سے نہیں نکالا تو میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوکر تمہاری شکایت کروں گا، حضرت ربیعہؓ نے فرمایا کہ حضرت آپ کی جو مرضی ہو آپ وہ کریں؛ لیکن میں وہ انداز اختیار نہیں کرسکتا جو آپ نے میرے ساتھ اختیار فرمایا تھا۔

چنانچہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں روانہ ہوئے، ربیعہ اسلمیؓ فرماتے ہیں کہ کچھ دیر تو میں کھڑا رہا اور سوچتا رہا کہ کیا جذبہ اللہ نے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو عطا کیا ہے پھر سوچا کہ چلو ہم بھی ساتھ چلتے ہیں، دیکھیں گے کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا کہا جارہا ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کیا جواب دیتے ہیں، چنانچہ حضرت ربیعہ رضی اللہ عنہ بھی پیچھے پیچھے چلے۔

اسی درمیان ربیعہ اسلمیؓ کے قبیلہ کے لوگ بھی راستہ میں مل گئے، انہوں نے پوچھا کہ کہاں جارہے ہو، کیا معاملہ ہوگیا؟ بتایا گیا کہ ایسی ایسی بات ہوگئی تو قبیلۂ بنواسلم کے لوگ حضرت ربیعہ اسلمیؓ سے کہنے لگے کہ ہم بھی تمہارے ساتھ چلتے ہیں، ایک مجمع ساتھ چلنے کو تیار ہوگیا، حضرت ربیعہؓ نے اپنے تمام قبیلہ والوں کو وہیں روکا اور ارشاد فرمایا کہ تمہیں اس معاملہ میں دخل دینے کی کوئی ضرورت نہیں، یہ میرا اور ابوبکرؓ کا معاملہ ہے، جانتے ہو صدیق اکبر کون ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے یارِ غار ہیں، اگر انہوں نے مڑ کر دیکھ لیا کہ ایک جماعت ربیعہؓ کے ساتھ آرہی ہے اور ناراضگی کا اظہار کردیا تو خدا کی قسم، ربیعہ بھی برباد ہوجائے گا اور اس کے خاندان والے بھی، غرض یہ کہ دونوں حضرات آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے حاضر خدمت ہوکر مکمل داستان بیان کی، پھر فرمایا اب میں یہ چاہتا ہوں کہ ربیعہ وہی کلمہ میرے سلسلہ میں کہہ دے جو میں نے کہا تھا تاکہ یہ معاملہ دنیا میں صاف ہوجائے، لیکن ربیعہ یہ کہنے کے لئے تیار نہیں، آپ کی بارگاہ میں حاضری اسی لئے ہوئی ہے کہ آپ ربیعہ کو حکم دے دیں کہ وہ مجھ سے دنیا ہی میں بدلہ لے لیں؛ تاکہ اللہ کی بارگاہ میں جواب دہی کا کوئی مسئلہ ہمارے سامنے نہ ہو، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سر جھکا کر بیٹھ گئے، سوچنے لگے کہ مسئلہ کو کیسے حل کیا جائے، آپ بھی جانتے تھے کہ اگر میں بھی ربیعہ سے یہی کہوں گا کہ تم بھی ابوبکر سے وہ کلمہ کہہ دو تو وہ بھی کہنے کو تیار نہیں ہوں گے اور اس کے بغیر ابوبکر مطمئن نہیں ہوں گے، کچھ دیر توقف اور غور وفکر کے بعد جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ربیعہؓ کو بلایا اور فرمایا کہ ربیعہ! تم اللہ کی بارگاہ میں ہاتھ اٹھا کر ایک دعائیہ کلمہ ادا کردو ان شاء اللہ معاملہ حل ہوجائے گا، وہ دعائیہ کلمہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ربیعہؓ کو بتلا دیا، حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے فیصلہ کے انتظار میں کھڑے ہیں، ربیعہؓ نے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایت کے مطابق اپنے ہاتھوں کو اٹھایا اور دعا کی (غَفَرَ اللّٰهُ لَکَ يَااَبَابَكْرٍ) اے اله العالمین! ابوبکر کی مغفرت فرما اور ان کو معاف فرما، اس دعاء کو سننا تھا کہ صدیق اکبرؓ کی آنکھوں سے آنسوؤں کی جھڑی لگ گئی، ربیعہؓ کی کولی بھر لی اور روتے ہوئے فرمایا: کہ ربیعہ آج اللہ کی بارگاہ میں میرے لئے سفارشی بن کر تم نے مجھ پر اتنا بڑا احسان کیا ہے کہ میں مرتے دم تک تمہارے اس احسان کا حق نہیں ادا کرسکتا (رواہ الحاکم فی مستدرک وقال: صحیح علی شرط مسلم: ۳/۵۲۱)، طبقاتِ ابن سعد: ۴/۴۲)

یہ عظیم واقعہ جو ہم جیسے گنہ گاروں کے لئے درس عبرت اور نمونۂ عمل ہے، ہم صبح سے شام تک کتنے بڑے بڑے گناہ کرتے ہیں، کتنے لوگوں کے دلوں کو تکلیف پہنچاتے ہیں، کتنے لوگوں کے حقوق سلب کرتے ہیں، کتنوں کے لئے اذیت اور تکلیف کا باعث بنتے ہیں، لیکن ایک مرتبہ بھی دل میں یہ احساس نہیں ہوتا کہ ہمیں اللہ کی بارگاہ میں حاضر ہوکر اپنے اعمال کے سلسلہ میں جواب دہ ہونا پڑے گا اور دوسری طرف صدیق اکبرؓ جیسا اللہ کا محبوب اور مقبول بندہ، جس کو پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی رفاقت اور ہم نشینی کے نتیجہ میں جنت کی ضمانت مل گئی ہو اس کے دل میں اللہ کی بارگاہ میں جواب دہی کا احساس اس درجہ ہے کہ ایک کلمہ زبان سے نکلنے کی وجہ سے پریشان ہوگئے اور جب تک معاملہ کو حل نہ کرالیا اس وقت تک چین کی سانس نہ لی۔ (حج میگزین، مئی ۲۰۱۸ء)

اسلاف کی شان بے نیازی کے واقعات: حضرت ایوب بن ابی تمیم سختیانیؒ تابعی اقلیم علم وعمل کے تاجدار تھے، ارباب دولت اور شہرت ونمود سے دور بھاگتے تھے، یہاں تک کہ لوگوں کی نظروں سے بچنے کے لئے عام راستوں سے ہٹ کر دور دراز راستوں اور گلیوں کو اختیار کرلیتے کہ لوگوں کی نگاہ سے بچیں، ارباب جاہ وسطوت سے اعراض وگریز کا یہ عالم تھا کہ فرمایا کرتے تھے کہ اگر کوئی حکمراں آجاتے تو بسا اوقات ملاقات سے پرہیز کرتے، تاکہ کوئی دنیا نہ ان کے سامنے پیش کردے، حضرت اعمشؒ ایک جلیل القدر تابعی اور اجلۂ امت میں سے ہیں، ساری زندگی زہد وقناعت اور فقر واحتیاج میں گزاری، مگر بایں ہمہ وہ امرا واعیان دولت سے نہ اعراض وبے نیازی برتے، امام شعرانی لکھتے ہیں کہ: امام اعمشؒ کو روٹی تک میسر نہ تھی، اس کے باوجود ان کی مجلس میں اغنیا اور سلاطین سب سے زیادہ حقیر اور فقیر معلوم ہوتے تھے، غایت فقر واحتیاج کے باوجود ان کی جرأت وبے باکی کا یہ عالم تھا کہ ایک بار جب خلیفہ ہشام نے کسی ایسے مسئلہ کے بارے میں ان کو لکھا جس سے صحابہ کے ایک گروہ پر تنقید مقصود تھی، تو انہوں نے شاہی پیغام رساں کے سامنے ہی ایک خط بکری کو کھلا دیا اور فرمایا "اس خط کا یہی جواب ہے، حضرت رجاء بن حیوۃ ایک یگانہ علم وفضل اور یکتائے زہد وتقویٰ تابعی تھے، ان کا شیوہ بھی زندگی بھر یہی رہا کہ امرا وسلاطین کے ہاں حاضری اور حاجب ودربان کی منت کشی سے ہمیشہ اجتناب کرتے اور اگر کسی نے اس کی وجہ پوچھی تو فرماتے کہ مجھ کو اس رب العالمین کی ذات کافی ہے جس کے لئے میں نے ان کو چھوڑا، ان کی زندگی کا اہم کارنامہ اور ملت محمدی پر ان کا بڑا احسان یہ ہے کہ سلیمان بن عبدالملک نے انہی کے مشورے سے حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کو خلیفہ نامزد کیا تھا، حضرت حارث محاسبیؒ ایک بار حضرت جنید بغدادیؒ سے ملاقات کے لئے تشریف لائے، ان کے چہرے سے معلوم ہو رہا تھا کہ بہت بھوکے ہیں، چنانچہ حضرت جنیدؒ نے کھانا حاضر کرنے کی اجازت طلب کی، اجازت ملنے پر اکرام ضیف کے خیال سے حضرت جنیدؒ نے اپنے گھر کے بجائے اپنے دولت مند چچا کے یہاں مختلف انواع واقسام کے کھانوں سے سجا ہوا خوان لاکر پیش کیا، حضرت حارثؒ نے ایک لقمہ لیا اور منہ میں گھماتے رہے، لیکن نگل نہ سکے اور جب کھڑے ہوکر جانے لگے تو دروازہ پر پہنچ کر اس لقمہ کو بھی اگل دیا، حضرت جنیدؒ نے وجہ پوچھی و فرمایا "بھائی میری ناک مشتبہ کھانے کی بو کو برداشت ہی نہیں کرسکتی"۔

تواضع کی حقیقت: ایک بار حکیم الامت حضرت تھانویؒ کے خلیفہ خاص مولانا خیر محمدؒ نے مفتی محمد حسنؒ سے فرمایا کہ جب میں حضرت تھانویؒ کی مجلس میں بیٹھتا ہوں تو مجھ کو ایسا لگتا ہے کہ جتنے لوگ مجلس میں بیٹھے ہیں سب مجھ سے افضل ہیں اور میں ہی سب سے نکما اور ناکارہ ہوں، مفتی محمد حسنؒ نے سن کر فرمایا ارے یہی حالت تو میری بھی ہوتی ہے، پھر دونوں نے مشورہ کیا کہ ہم حضرت تھانویؒ کے سامنے اپنی حالت ذکر کرتے ہیں، نہ معلوم یہ حالت اچھی ہے یا بری، چنانچہ دونوں حضرات نے مولانا تھانویؒ کی خدمت میں حاضر ہوکر اپنی مذکورہ کیفیت وحالت بیان کی، مولانا تھانویؒ نے جواب میں فرمایا: "فکر کی بات نہیں، اس لئے کہ تم دونوں اپنی یہ حالت بیان کر رہے ہو، حالاں کہ میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ جب میں بھی مجلس میں بیٹھتا ہوں تو میری بھی حالت یہی ہوتی ہے کہ اس مجلس میں سب سے زیادہ نکما اور ناکارہ میں ہوں، یہ سب مجھ سے افضل ہیں"۔

حضرت ابوذر غفاریؓ کی رفعت شان: امام فخر الدین رازیؒ نے تفسیر کبیر (ج:۱۶، ص:۱۷۴) لکھا ہے کہ ایک بار حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حضرت جبریلؑ تشریف فرماتے تھے، اچانک ابوذر غفاریؓ آتے ہوئے دکھائی دیے تو حضرت جبریلؑ نے عرض کیا: "یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم هذا ابو ذر قد اقبل (یہ جو آرہے ہیں ابوذر غفاریؓ ہیں) حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "او تعرفونه" (کیا آپ ان کو جانتے ہیں؟) آپ تو آسمانی مخلوق ہیں، مدینہ کے لوگوں کو آپ کیسے جان گئے؟ ابوذر غفاریؓ کو آپ نے کیسے پہچان لیا؟ حضرت جبریلؑ نے عرض کیا: هو اشهر عندنا منه عندكم (مدینہ میں ان کی جتنی شہرت ہے، اس سے زیادہ یہ آسمان میں ہم فرشتوں کے درمیان مشہور ہیں) حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: بماذا نال هذه الفضيلة؟ (یہ فضیلت ان کو کیسے ملی؟) حضرت جبریلؑ نے عرض کیا: ان کو یہ فضیلت دو اعمال سے ملی ہے، ایک قلبی ہے اور دوسری قالبی (یعنی ایک دل کا عمل ہے اور دوسرا جسم کا) دل کا عمل کیا ہے؟ الصغر فی نفسہ یہ دل میں اپنے کو بہت حقیر سمجھتے ہیں، اللہ کو یہ ادا بہت پسند ہے، جو بندہ اپنے کو چھوٹا اور حقیر سمجھتا ہے، اللہ کو اس کی یہ ادا بہت پسند آتی ہے کہ میرا بندہ بندگی کا حق ادا کررہا ہے اور ابوذرؓ کا دوسرا عمل باعث فضیلت كثرة قراته قل هو الله احد ہے (یعنی یہ سورہ اخلاص کی تلاوت بہت کثرت سے کرتے ہیں) ان دو اعمال کی برکت کی وجہ سے ان کی شہرت آسمان کے فرشتوں میں زمینی لوگوں سے زیادہ ہے۔

الله ساری دنیا کو رزق کس طرح دیتا ہے؟ تفسیر روح المعانی میں آیت "وما من دابة فی الارض الا على الله رزقها" کی تفسیر کے ذیل میں علامہ آلوسیؒ نے یہ واقعہ لکھا ہے: "ایک بار حضرت موسیٰ کے دل میں خیال آیا کہ اللہ تعالیٰ ساری دنیا کو رزق کس طرح دیتا ہے، یہ شک وشبہ نہیں تھا، کیوں کہ انبیاء کا ایمان کامل ومکمل ہوتا ہے، بس تفصیل جاننے کے لئے ایسا یک خیال سا دل میں گزرا، چنانچہ روح اللہ جل شانہ نے حضرت موسیٰ کو اسی وقت حکم دیا کہ ذرا سامنے والی چٹان پر اپنا عصا مارو، لاٹھی مارتے ہی چٹان کی ایک تہ اڑ گئی، اسی طرح لاٹھی مارنے سے جب چٹان کی تین تہیں اڑ گئیں تو ارشاد باری تعالیٰ ہوا: موسیٰ! ذرا آگے بڑھ کر منظر دیکھو، چنانچہ حضرت موسیٰ نے دیکھا کہ چٹان کی تیسری تہ کے اندر چھپا ہوا ایک کیڑا ہرا پتہ کھا رہا ہے اور ساتھ ہی شکر وامتنان کا یہ وظیفہ بھی پڑھتا جارہا ہے۔

سبحان من يرانی (پاک ہے وہ اللہ جو مجھے دیکھ رہا ہے) ويسمع كلامی (اور میری بات کو سنتا ہے) ويذكرنی ولا ينسانی (اور جو مجھ کو ہمیشہ یاد رکھتا ہے اور کبھی نہیں بھولتا)

Scanned with CamScanner

دنیا میں بڑھتی افراتفری اور امت مسلمہ کی ذمہ داریاں

مولانا محمد اسرار الحق قاسمیؒ

عہدِ حاضر میں جس تیزی کے ساتھ عالمی سطح پر افراتفری پھیل رہی ہے، وہ پوری دنیائے انسانیت کے لیے تشویش ناک امر ہے۔ دنیا کے اکثر ممالک میں تباہی اور افراتفری کے مناظر کا پہلی نظر میں ہی مشاہدہ کیا جاسکتا ہے، لیکن بعض ممالک ایسے ہیں جن میں بظاہر افراتفری وتباہی دکھائی نہیں دیتی ہے، مگر جب گہرائی کے ساتھ جائزہ لیا جاتا ہے، تو معلوم ہوتا ہے کہ وہ بھی اندر اندر تباہی کے راستے پر چل رہے ہیں۔ مثال کے طور پر فی زمانہ دنیائے انسانیت کو خطرناک لڑائیوں کا سامنا ہے۔ گذشتہ صدی میں دو عالمی جنگیں ہوچکی ہیں، جن میں بڑے پیمانے پر جانی ومالی نقصان ہوا۔ ایک اندازے کے مطابق پہلی جنگِ عظیم (1917) میں تقریباً 90 لاکھ لوگ ہلاک ہوئے۔ 2؍کروڑ 20 لاکھ شدید زخمی ہوئے اور 2؍کروڑ 50 لاکھ لوگ معذور ہوگئے۔ یہ مجموعی اعداد وشمار نہیں ہیں، بلکہ میدانِ جنگ کے ہیں، جو افراد اپنے شہروں، قصبوں اور گاؤوں میں جنگ کے اثرات سے متاثر ہوکر جاں بحق ہوئے، ان کی تعداد اور بھی زیادہ بتائی جاتی ہے۔ اس جنگ کے نتیجے میں لگ بھگ 50 لاکھ عورتیں بیوہ ہوگئی تھیں، لاکھوں بچے یتیم اور لاکھوں عورتیں و بچے غائب ہوگئے تھے۔ دوسری جنگ عظیم کے نتائج اس سے بھی زیادہ خطرناک ثابت ہوئے۔ اس میں ہلاک ہونے والے فوجیوں اور عام لوگوں کی تعداد ایک اندازے کے مطابق 54.8 ملین تھی، یعنی پہلی جنگِ عظیم کے مقابلے میں چھ گنا زیادہ، جس کے اعتبار سے اس جنگ کے نتیجے میں مرنے والوں کی تعداد کسی بھی صورت میں 5؍کروڑ سے کم نہیں بیٹھتی۔ اس جنگ میں معذور ہونے والوں کی تعداد دو کروڑ تھی۔ واشنگٹن پوسٹ کی تحقیقی رپورٹ کے مطابق 20ویں صدی کی جنگوں میں 10؍کروڑ افراد ہلاک ہوئے۔

21؍ویں صدی کی شروعات بھی خوفناک واقعات اور جنگوں سے ہوئی۔ 11؍ستمبر 2001ء کو امریکہ کی دو فلک بوس عمارتیں مغویہ ہوائی جہازوں کے حملوں میں زمیں بوس ہوگئیں، جس کے نتیجے میں وہ دونوں بلند وبالا ٹاور خاکستر ہوگئے اور اس میں موجود ہزاروں افراد لقمہ اجل بن گئے۔ یہ ایک ایسا واقعہ تھا جس نے پوری دنیا کو ہلا کر رکھ دیا۔ اس کے بعد یکے بعد دیگرے تیزی کے ساتھ جنگوں اور حملوں کا سلسلہ شروع ہوگیا۔ 2001ء میں ہی افغانستان پر چڑھائی کردی گئی۔ اس جنگ میں عوام بھی متاثر ہوئے اور بڑی تعداد میں افغانی باشندے موت کی نیند سو گئے۔ 15؍سال کے عرصے میں یقیناً افغانستان میں بڑی جانی ومالی تباہی ہوئی۔ 2003ء میں عراق پر جنگ مسلط کردی گئی۔ چاروں طرف سے ناکہ بندی کرکے اس ملک کی صدام حکومت کو زیروزبر کردیا گیا، دورانِ جنگ مرنے والوں کی تعداد اچھی خاصی تھی ہی، لیکن جنگ کے بعد ہلاک ہونے والوں کی تعداد کتنے ہی گنا زیادہ ہے۔ یہ پورا ملک سخت تباہی سے دوچار ہوا، بعض اندازوں کے مطابق 2003ء کے بعد سے اب تک عراق میں 20؍لاکھ سے زیادہ لوگ مارے جاچکے ہیں۔ افغانستان اور عراق کی طرح لیبیا میں خوفناک حالات بنے۔ وہاں انقلاب کے نام پر معمر قذافی کے اقتدار کا خاتمہ کردیا گیا اور اس کے نتیجے میں بے شمار لوگوں کو اپنی جانوں سے ہاتھ دھونا پڑا۔ وہاں عدمِ استحکام کی صورتِ حال ہنوز جاری ہے۔ تیونس میں بھی اسی طرح کے حالات سامنے آئے۔ مصر میں افراتفری کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ پہلے وہاں حسنی مبارک کے اقتدار کا خاتمہ ہوا۔ پھر نئے صدر محمد مرسی عوامی رائے سے منتخب ہوئے، لیکن مصر کی فوج حسنی مبارک کے گروپ اور مغربی ممالک کو محمد مرسی ایک آنکھ نہیں بھائے۔ چناں چہ فوج نے بغاوت کردی۔ ایک خوفناک لڑائی ہوئی، بڑی مقدار میں انسانی خون بہا۔ محمد مرسی کو گرفتار کرلیا گیا۔ اس کے بعد محمد فتح السیسی کے ہاتھوں میں اقتدار دے دیا گیا، جو بڑا متشدد اور سخت واقعہ ہوا۔ اس کے بعد بھی آئے دن مصری عوام باہمی تصادم اور جھڑپوں کے سبب ہلاک ہورہے ہیں۔ اگر بات ملک شام کی کی جائے تو یہاں صورت حال اور زیادہ ابتر ہے۔ پانچ سال سے زائد عرصہ بیت چکا ہے، مگر وہاں حکومت اور عوام کے مابین جاری تصادم میں کوئی کمی واقع نہیں ہورہی ہے۔ اب تک کئی لاکھ لوگ شام میں لقمۂ اجل بن چکے ہیں۔ یہ تو چند ممالک کے حالات ہیں۔ اگر اسی طرح سے اور بھی ملکوں میں پھیلی بدامنی اور افراتفری کا جائزہ لیا جائے تو وہاں بھی باہمی لڑائیوں میں روز بروز انسانی جانیں تباہ ہوچکی ہیں۔ سیاسی حالات جس تیزی کے ساتھ بگڑ رہے ہیں۔ اس صورتِ حال کو دیکھتے ہوئے بعض مبصرین نے تو تیسری عالمی جنگ کے خدشات ظاہر کردیے ہیں۔ اگر خدانخواستہ اب تیسری عالمی جنگ ہوئی تو انسانوں کا کتنا بڑا نقصان ہوگا، سابقہ عالمی جنگوں اور موجودہ حالات کو پیش نظر رکھ کر اس کا اندازہ کیا جاسکتا ہے۔

دنیا کے حالات اس طور پر بھی بہت زیادہ خراب ہوچکے ہیں کہ دنیا میں مادیت اور روحانیت کے درمیان توازن بگڑ گیا ہے۔ عوام الناس کا سارا زور مادیت پر ہوگیا ہے۔ آج لوگ مال دار بننے کی خواہش رکھتے ہیں۔ وہ چاہتے ہیں کہ ان کے پاس جائیداد ہو، بینک بیلنس ہو، گاڑیاں ہوں، بڑے اور آراستہ مکانات ہوں اور عیش ومستی کرنے کے لیے ڈھیر سارے وسائل وذرائع ہوں۔ اپنی اس خواہش کی تکمیل کے لیے وہ شب وروز ایک کررہے ہیں۔ انھیں نہ دن میں چین ہے اور نہ رات میں سکون۔ رات دن ایک کرنے کے باوجود بھی بہت سے اپنے مقصد میں کام یاب نہیں ہوپارہے ہیں۔ ان کی معیشت مضبوط نہیں ہو پارہی ہے۔ ان کے پاس بینک بیلنس نہیں بن پارہا ہے۔ یہاں تک کہ ان کی اپنی احتیاجات بھی پوری نہیں ہوپارہی ہیں۔ مکان بنانے کی ضرورت، دو وقت کے کھانے کی ضرورت اور بچوں کی شادیوں کی ضرورت ان کی کمر کو توڑے ڈال رہی ہے۔ ایسے لوگ نہایت پریشان ہیں، بے چینی کی زندگی گزار رہے ہیں۔ کتنے لوگ اپنی ناکامی کے باعث ڈپریشن کے شکار ہوچکے ہیں۔ کتنے لوگ اپنی احتیاجات کو دیکھتے ہوئے صبر کا دامن ہاتھ سے چھوڑ دیتے ہیں اور غلط راستے اختیار کررہے ہیں۔ ایسی صورت میں وہ اپنے لیے بھی خطرناک ثابت ہوتے ہیں اور دوسروں کے لیے بھی۔

مال ودولت کی بڑھتی خواہش کے باعث بہت سے لوگ ایمان داری اور دیانت داری کا سبق بھول گئے ہیں اور وہ زیادہ سے زیادہ کمانے کے لیے خطرناک ہتھکنڈے استعمال کررہے ہیں، کتنے لوگ ایسے ہیں جو نشہ آور اشیا کی خرید وفروخت کرکے اپنی تجوریاں بھر رہے ہیں، مگر دوسروں کی زندگیوں سے کھلواڑ کررہے ہیں۔ بعض لوگ جرائم، بدعنوانی اور رشوت خوری کے ذریعہ دوسروں کے حقوق غصب کررہے ہیں۔ کرپشن اور بدعنوانی کی جہاں تک بات ہے تو آج اس میں کوئی ایک طبقہ ملوث نہیں ہے، بلکہ چھوٹے بڑے سبھی طبقات ملوث نظر آتے ہیں۔ اشیائے خوردنی میں ملاوٹ اور وہ بھی خطرناک کیمیکل کی ملاوٹ کے واقعات سامنے آرہے ہیں۔ سبزیوں کی ملاوٹ نے بھی انسانی زندگی کو دوبھر کردیا ہے۔ کسان زیادہ کمانے کے لیے یا پھر اپنی ضرورتوں کو پورا کرنے کے لیے ہائی برِیڈ سبزیاں تیار کررہے ہیں، جو انسانوں کے لیے بڑی خطرناک ثابت ہورہی ہیں۔ گویا کہ مادی سطح پر انسان بہت حد تک بچھڑ چکا ہے، روحانی لحاظ سے جب آج کے انسان کا جائزہ لیا جاتا ہے تو وہ اس میدان میں بڑا الٹا پٹا دکھائی دیتا ہے۔ لوگوں کے درمیان سے دورِ حاضر میں روحانیت ختم سی ہوگئی ہے۔ بہت سے لوگ تو روحانیت کے معانی ومفاہیم تک سے واقف نہیں۔ حالاں کہ روحانیت کو انسانی زندگی میں بہت بڑا دخل ہے۔ روح کے بغیر انسان جس کی زندگی کا تصور محال ہے، روح کے اطمینان کے بغیر انسان کی زندگی میں سکون کا گذر نہیں ہوتا۔ روحانیت انسان کو معتدل بناتی ہے، گناہوں اور بدعنوانیوں سے نجات دلاتی ہے اور انسان کو اس کا فرضِ منصبی یاد دلاتی ہے۔ اسی لیے مفکرین نے کہا ہے کہ دنیا میں روحانیت اور مادیت کے درمیان توازن ضروری ہے۔ ان میں سے کسی ایک کو بھی نظر انداز کرنے میں بڑا نقصان ہے۔ روحانیت سے انسانی اقدار کے چشمے پھوٹتے ہیں۔ انسان بااخلاق وباکردار بنتا ہے اور اپنے لیے بھی بہتر ثابت ہوتا ہے اور دوسروں کے لیے بھی بہتر ثابت ہوتا ہے۔ اس کے علاوہ اور بھی بہت سے گوشے ایسے ہیں جن کے اعتبار سے دورِ حاضر کے انسان کی زندگی کا جائزہ لینے کے بعد محسوس ہوتا ہے کہ حقیقت یہی ہے کہ موجودہ دور میں انسان خسارے میں ہے اور ہر طرف سے تباہی وبربادی کے درمیان گھرتا چلا جارہا ہے۔ جیسا کہ قرآن میں باری تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ”ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ بِمَا كَسَبَتْ اَيْدِي النَّاس“ دنیائے انسانیت کو تباہی وافراتفری سے بچانے کے لیے دنیوی نظام ناکام ثابت ہوچکے ہیں۔ بڑے بڑے مفکرین نے انسانوں کو مختلف نظریات دیے، لیکن وہ بھی ناکام ہوچکے ہیں۔ دراصل اس وقت انسان کو خدائی نظام وقانون کی ضرورت ہے، خدائی احکامات ونواہی کی ضرورت ہے۔ اس اعتبار سے دیکھا جائے تو روئے زمین پر فی الوقت اسلام ایک ایسا دین نظر آتا ہے جو انسانوں کی صحیح راہ نمائی کرسکتا ہے اور عوام الناس کو تباہی وبربادی سے بچا سکتا ہے، کیوں کہ وہ کسی بھی طرح کی ترمیم وتبدیلی سے محفوظ ہے، جب کہ دوسرے مذاہب تبدیلی وتحریف کے شکار ہوچکے ہیں جس کے باعث وہ انسانوں کو مکمل راہ نمائی کا فریضہ انجام نہیں دے سکتے۔ اللہ کی جانب سے نازل ہونے والی کتابوں میں قرآن محفوظ بھی ہے اور انسانوں کی راہ بری کے لیے مکمل وجامع بھی ہے۔ قرآن کی حفاظت کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ”اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهُ لَحَافِظُونَ“ یعنی باری تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ ”ہم نے ہی قرآن کو نازل کیا ہے اور ہم ہی اس کی حفاظت کرنے والے ہیں۔“ ظاہر ہے کہ جس کی حفاظت باری تعالیٰ خود لے رہا ہے، اس کو کوئی کیسے بدل سکتا ہے یا مٹا سکتا ہے؟! دین اسلام کی جامعیت کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ”اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا“ معلوم ہوا کہ دین اسلام انسانوں کی فلاح یابی وکام یابی کے لیے ناگزیر ہے۔ پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات اور آپ کی احادیث کا بھی بہت بڑا ذخیرہ مسلمانوں کے پاس محفوظ ہے۔ گویا کہ اس دنیا میں مسلمان ایک ایسی قوم ہے جو پوری بنی نوعِ انسان کے لیے مفید ثابت ہوسکتی ہے۔ قرآن کی اس آیت ”كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ“ میں صاف کہا گیا ہے کہ امت مسلمہ بہترین امت ہے۔ اسے لوگوں کے لیے اٹھایا گیا ہے۔ اس کا کام اچھائی کا حکم کرنا اور برائی سے روکنا ہے۔ یعنی دنیا میں دوسری قوموں کی راہ بری کا فریضہ بھی انجام دینا ہے۔

اب غور کرنے کا مقام یہ ہے کہ کیا مسلمان اپنے اس فریضہ کو انجام دے رہے ہیں؟ اور وہ دوسروں کے لیے کوئی کردار ادا کرپارہے ہیں۔ فی زمانہ مسلمانوں کی صورت حال یہ ہے کہ وہ بے اثر ہوگئے ہیں اور اپنے فرائضِ منصبی سے غافل ہوکر زندگی گزار رہے ہیں اور فی الوقت وہ اس پوزیشن میں بھی نظر نہیں آتے کہ دوسرں کی راہ بری کا کام کریں۔ کیوں کہ مسلمانوں کی اکثریت خود خدائی نظام سے دور ہے اور اسلام کے مطابق کماحقہ زندگی نہیں گزارتی، بہت سے مسلمان اسلامی تعلیمات سے بھی واقف نہیں؟! ایسے میں وہ کیسے اپنے لیے اور دوسروں کے لیے بہتر ثابت ہوسکتے ہیں۔ مسلمانوں کی راہ بری چوں کہ دنیا کو حاصل نہیں اور لوگ ان کے کردار سے محروم ہیں، اس لیے دن بہ دن بدترین حالات سے دوچار ہوتے جارہے ہیں۔

تاریخ گواہ ہے کہ جب مسلمانوں کی راہ بری دنیا کو حاصل تھی تو دنیا کے لوگوں نے بہت کچھ پایا، مگر جب دنیا پر مسلمانوں کا اثر نہ رہا تو ساری دنیا تباہی کے راستے پر چل پڑی۔ ایسے میں مسلمانوں پر ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ وہ اپنے آپ کو دین کے مطابق ڈھالیں۔ اسلامی تعلیمات سے واقف ہوں، قرآن پر عمل کریں، رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ مبارکہ کو اپنے لیے نمونہ بنائیں اور تعمیری کردار پیش کریں۔ یہ یاد رکھیں کہ اگر انھوں نے اپنے آپ کو اسلام کا پابند نہیں بنایا اور دنیا کی فکر نہ کی تو اس سے ان کا اپنا بھی نقصان ہوگا اور دنیائے انسانیت کو بھی خسارے سے دوچار ہونا پڑے گا۔ تاریخ سے ثابت ہے کہ جب دنیا پر مسلمانوں کے اثرات تھے تو دنیا میں امن وامان کی ہوائیں چل رہی تھیں اور دنیا کے لوگ زندگی کے مختلف شعبوں میں ترقی کررہے تھے، مگر جب دنیا میں مسلمانوں کے اثرات نہ رہے، تو دنیا کو بڑے خسارے سے دوچار ہونا پڑا۔ بہت سے شعبوں میں دنیا کے لوگ پچھڑ گئے، جس کے باعث انسانی زندگی غیر متوازن ہوکر رہ گئی اور اس کے نتائج آج ہمارے سامنے ہیں۔ یہ حالات اس بات کے متقاضی ہیں کہ دنیا میں اسلام کی روشنی کو پھیلایا جائے اور انسانی زندگی کے فائدے کے لیے مخلصانہ کوششیں کی جائیں۔ مسلمان اگر اپنے دینی سرمایہ کے ذریعہ انسانیت کی خدمت کرنا چاہیں تو وہ یقیناً بڑے پیمانہ پر پوری بنی نوع انسان کی خدمت انجام دے سکیں گے۔ کاش! مسلمان اپنی اس ذمہ داری کو محسوس کریں اور تمام دنیا کے لیے بہتر ثابت ہوں۔

Scanned with CamScanner

اسلامی معاشرے کے قیام میں خواتین کی ذمہ داریاں

ناهيد رابعه

آج جب کہ ہمارے معاشرے میں غیر اسلامی خیالات وافکار اور غیر اسلامی تہذیب ومعاشرت کا طوفان امڑا چلا آ رہا ہے۔حکومت کی طاقت، عدالتوں کے فیصلے اور جاہلیت پسند خواتین کی مدد سے مغرب کی لادین تہذیب اور ملک کے مشرکانہ نظام کا سیلاب ہمارے گھروں پر دستک دے رہا ہے۔ وقت کی سب سے اہم فکر ہمارے لئے یہ ہے کہ ایسے ماحول میں خواتین کا کیا کردار ہونا چاہئے؟ اس کا مختصر جواب یہی ہوسکتا ہے کہ ہمیں پوری دلسوزی اور جانفشانی کے ساتھ اس طوفان بلاخیز کا راستہ روکنا ہوگا۔ اس سیلابِ الحاد و بے دینی کے سامنے ہمیں ایسے مضبوط بند باندھنے چاہئیں جس سے ہمارا معاشرہ مکمل طور پر اسکی تباہ کاریوں سے محفوظ رہ سکے۔

اب تک ہمارا گھریلو ماحول اور کسی حد تک پورا معاشرہ جس حد تک غیر اسلامی افکار واعمال سے محفوظ ہے اس میں بڑی حد تک ان خواتین کا رول ہی ہے جن کے اندر اسلامی غیرت اور حمیت زندہ ہے اور جو اسلامی شناخت کے ساتھ زندگی گزارنا چاہتی ہیں۔ تاریخ کے صفحات میں خواتین کے کردار کے سنہرے نقوش ثبت ہیں وہی نقش پا آج بھی ہمارے لئے مشعل راہ ہیں۔ ہر دور میں ایک بڑی تعداد ان خواتین کی موجود رہی ہے جن کی اسلام کی سربلندی میں قربانیاں مردوں سے کم تر نہیں رہیں۔ نہ انہوں نے کبھی اس بات کو بہتر سمجھا کہ جو روش زمانے کی ہو وہی ہمارے لئے کافی ہے۔ بلکہ انہوں نے اسلامی تعلیمات سے رہنمائی حاصل کی اور پورے شعور وادراک کے ساتھ ان پر عمل پیرا ہیں۔ ایک قابل تشویش بات یہ ضرور ہے کہ صدیوں کے زوال اور انحطاط کے سبب ملت اسلامیہ اپنے بلند مقام سے گرگئی اور ذلت وپستی میں جاپڑی۔ جسکی سب سے بڑی وجہ ہمارے قول وعمل کا یہ تضاد ہے کہ خدا اور رسول کے احکام کو ہم دل سے مانتے ہیں زبان سے اسکا اقرار بھی کرتے ہیں لیکن اس پر عمل کرنے سے ہم کوسوں دور ہیں۔ جس کتاب کو ہم اللہ کا کلام مانتے ہیں اسے ہدایت کا ذریعہ بھی سمجھتے ہیں۔ اس کے تقدس کے لئے جان کی بازی تو لگا سکتے ہیں لیکن نفس کی قربانی نہیں دے سکتے۔ خواہشات ومرضیات کو خدا اور رسول کی مرضی واحکام کے تابع نہیں کر سکتے۔ جن شعار کے تقدس پر ہم جان دینے کو تیار رہتے ہیں انہیں ہم خود ہی شب وروز پامال کررہے ہیں۔ اس تضاد قول وعمل نے امت سے اسکی شناخت چھین لی ہے۔ فحشیات اور منکرات سے ہمارے گھر بھی ناآشنا نہیں رہ گئے۔ عبادات میں تو اسلام ہمارے عمل میں نظر آتا ہے لیکن معاملات زندگی سے ہم نے اسلام کو بالکل رخصت کر رکھا ہے۔ اس صورت حال میں ہمارا پہلا عملی اقدام یہ ہونا چاہئے کہ ہم اپنی زندگی سے یہ تضاد دور کریں تاکہ ہم لِمَ تقولون مالا تفعلون کی سخت پکڑ سے بچ سکیں۔ ہمارے پاس عائلی اور معاشرتی زندگی کا جامع اور منضبط نظام موجود ہے۔

حکومت، تنظیم اور اصلاح کا کام ظاہر ہے کہ ایک انقلابی کام ہے۔ موجودہ نظام کو یکسر بدل کر صحیح اسلامی نظام کو زندگی میں قائم کرنا کوئی آسان کام نہیں ہے۔ اس راہ میں مزاحمتیں اور پریشانیاں آنا ناگزیر ہیں۔ اگر جنت مصائب سے گھری ہوئی ہے تو جان لینا چاہئے کہ حق کو قائم کرنے کا راستہ دشوار گزار ہوگا کیونکہ جنت تک پہنچنے کا یہی ایک راستہ ہے۔ ادخلو فی السلم کافۃ کے بغیر جنت کا تصور بھی محال ہے۔ اصلاح کا سب سے پہلا مرحلہ ہمیں اپنی ذات سے شروع کرنا ہوگا۔ اسلامی نظریات کو عملی زندگی میں نافذ کرنے سے پہلے اپنے دل ودماغ کو اس کے لئے یکسو کرنا ہوگا۔ تاکہ غیر اسلامی نظریات کسی قیمت پر ہمارے ایمان کو متزلزل نہ کرسکیں۔ مادی زندگی کی چمک دمک ہماری آنکھوں کو خیرہ نہ کرسکے۔ صدیوں کے پیہم فکری انحطاط کی بدولت بہت سے غیر اسلامی افکار اسلام کا لبادہ اوڑھ کر ہماری زندگیوں میں داخل ہوگئے ہیں ان کی نشاندہی کر کے اسلام کی صداقت کے نقوش دلوں میں مثبت کریں۔ عملی طور پر یہ ثابت کرنے کی کوشش کی جائے کہ درحقیقت اسلام ہی وہ نظام ہے جسے اللہ نے اپنے بندوں کے لئے نازل فرمایا ہے۔ لہٰذا یہ ناممکن ہے کہ اس فطری نظام کے مقابلے میں کوئی بھی خودساختہ طریق زندگی انسان کے لئے مفید اور اسکی فلاح کا ضامن ہو۔

عبادات خصوصاً نماز کے ذریعہ اپنے خالق سے اپنے تعلق کو مضبوط کریں۔ نماز تہجد کا اہتمام ضرور کریں اور اپنے رب سے اس بارِ عظیم کو اٹھانے کی توفیق طلب کریں۔ قرآن ہماری رہبری کے لئے ہمارے پاس موجود ہے۔ اپنے کردار کو اس قرآنی سانچے میں ڈھالنے کی پوری کوشش کرنا چاہئے جو سورہ احزاب، نساء، نور، تحریم وغیرہ میں اللہ تعالیٰ نے ایک مومنہ خاتون کے لئے پیش فرمائے ہیں۔ امہات المؤمنین اور صحابیات کی عملی زندگی بطور نمونہ ہمارے سامنے موجود ہے۔ اپنی شخصیت میں اسلامی وقار پیدا کریں۔ لباس، طرز گفتگو، حسن معاشرت دوسروں کو متاثر کرنے والا ہو نہ کہ مرعوب کرنے والا۔ کیونکہ کوئی تقریر یا کوئی تحریر کبھی اتنی مؤثر نہیں ہوسکتی جتنی کہ ہماری عملی تصویر۔

قوا انفسکم و اھلیکم نارا (بچاؤ اپنے آپ کو اور اپنے اہل وعیال کو جہنم کی آگ سے) کو ہمیشہ پیش نظر رکھیں۔ خواتین اپنے گھر کی بنیادی اینٹ ہوتی ہیں۔ گھروں کا ماحول خاتون خانہ کے خیالات کے مطابق ڈھلتا ہے۔ اپنی اس اہمیت اور ذمہ داری کو اچھی طرح سمجھیں اس کی طرف سے لاپرواہی اور بے حسی برے نتائج پیش کر رہی ہیں۔ اپنے فرائض اور حقوق میں بیلنس قائم کریں تاکہ ایک متوازن معاشرہ وجود میں آسکے۔ شریک حیات کی حیثیت سے آپکے شوہر آپکی توجہ کے اولین مستحق ہیں۔ انکے دنیوی معاملات میں بھی آپ بہترین رفیقہ ثابت ہوں تو اُخروی زندگی کو بھی کامیاب بنانے کی بھرپور سعی کریں۔ اگر خوش قسمتی سے آپ کے شوہر دینی مزاج اور تحریکی ذہن رکھتے ہیں تو آپ انکے مشن میں بھرپور تعاون کریں ورنہ دوسری صورت میں آپ کو انہیں اس راہ پر لانے کے لئے خود جدوجہد کرنی ہوگی جو آپ کی حکمت اور دلسوزی کا زبردست امتحان ہوگا۔ خواتین کی زندگی کا سب سے اہم رول ''ماں'' کی حیثیت کا ہوتا ہے۔ ماں کی گود بچے کی پہلی درسگاہ ہوتی ہے۔ جو سبق وہ یہاں سے سیکھ کر پروان چڑھے گا وہ دائمی ہوگا۔ جس کے اثرات کسی نہ کسی شکل میں ہمیشہ قائم رہیں گے۔ مشفقانہ نگہداشت، صالح پرورش، دیانت دارانہ اخلاق کی ترویج کے ذریعہ ایک ماں اپنے بچوں میں خدا اور رسول کی عظمت اور محبت کے جذبات پیدا کرسکتی ہے۔ جو عملی شکل میں بڑوں کا ادب، چھوٹوں پر شفقت، علم کا شغف، معروف سے انس اور منکرات سے نفرت کے طور پر ظاہر ہوں گی۔ گھروں کی پاکیزہ اور پرمحبت فضا میں ہی بچوں کا مستقبل پروان چڑھتا ہے۔ لہٰذا اس جانب توجہ دینے کی ضرورت ہے۔

خاندان کے دیگر افراد بھی ہماری توجہ کے مستحق ہیں۔ قرآن میں ذوی القربا، یعنی رشتہ داروں سے نیک سلوک کا حکم دیا گیا ہے۔ حدیث میں صلہ رحمی کی بڑی تاکید آئی ہے اور اسے بڑی نیکی قرار دیا گیا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ گھر اور خاندان کو بگاڑ کر یا اسے نظرانداز کر کے کوئی صالح معاشرہ تشکیل نہیں دیا جاسکتا۔ خاندان کی دیگر خواتین کے ساتھ خاطر خواہ سلوک کر کے انہیں تحریکی مشن میں اپنا معین ومددگار بنایا جاسکتا ہے۔

ان قریبی رابطوں کے بعد تعلقات کا وہ وسیع دائرہ سامنے آتا ہے جو پورے معاشرے پر محیط ہے۔ اس اجتماعیت سے بے نیاز ہوکر ہم ادخلو فی السلم کافۃ پر عمل کر ہی نہیں سکتے۔ انسان کو اللہ تعالیٰ نے باشعور اور بااختیار مخلوق بنایا ہے اور عورتیں نصف انسانیت ہیں۔ لہٰذا اس ذمہ داری میں وہ برابر کی شریک ہیں کہ ایک ایسا صالح معاشرہ وجود میں لایا جائے جو انسانیت کی بقا اور اسکے شرف کا ضامن ہو۔ اس سلسلے میں روزانہ اجتماعی مطالعہ کا اہتمام بچوں اور اہل خانہ کی اخلاقی تربیت میں بہت مددگار ثابت ہوگا۔ پابندی وقت کے ساتھ قرآن کی چند آیات کی تجوید اور اسکے ترجمہ وتفسیر کے ذریعہ ہم قرآن سے اپنے تعلق کو تازہ کریں۔ چند احادیث نبوی کے مطالعہ کو اپنا روٹین بنالیں۔ اس کے ساتھ ہی کچھ اصلاحی وسیرت سے متعلق کتب کا مطالعہ بھی کریں۔ انشاء اللہ بچوں میں مطالعہ کا ذوق پیدا ہوگا اور انکے اخلاق وکردار پر اس کا مثبت اثر پڑیگا۔ الحمدللہ زمانے کی منشیات ومنکرات سے ہمارے گھر کافی حد تک محفوظ ہیں لیکن جس حد تک نفوذ کر چکے ہیں اس سے بھی بچانا ایک مشکل کام ہوگیا ہے۔ جسکے لئے مستقل مزاجی سے سوچنے اور بڑی حکمت سے عمل کرنے کی ضرورت ہے۔

خواتین میں ہفتہ وار دینی اجتماعات کا کافی چلن ہے۔ دینداری کا ذہن بنانے اور غیر اسلامی رسم ورواج کو دور کرنے میں ان سے بڑی مدد بھی ملی ہے۔ ضرورت ہے کہ ان اجتماعات کو محض رسم نہ بنالیا جائے بلکہ انتہائی اخلاص کے ساتھ کام کیا جائے۔ جہاں عبادات کے فضائل کا ذکر کر کے اللہ اور رسول سے تعلق تازہ کیا جائے وہیں معاملات زندگی بھی زیر بحث لائی جائیں تاکہ اسلام کی روشنی میں ان کے حل تلاش کئے جاسکیں۔ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر ہمارا دینی فریضہ ہے۔ یہ کام حکمت اور موعظت کے ساتھ ہی انجام دیا جانا چاہئے۔ تبھی یہ بہتر نتائج دے سکتے ہیں ورنہ افتراق اور فتنوں کا ذریعہ بھی بن سکتے ہیں۔ چھوٹی چھوٹی باتوں پر بے جا تنقید اور گرفت ان خواتین کو اس سے دور کرسکتی ہیں جنکا ایمانی شعور ابھی اتنا پختہ نہیں ہوا ہے۔ حکمت دین کا تقاضہ یہ ہے کہ اصلاح کا دائرہ بتدریج بڑھایا جائے اپنے کسی قول یا عمل سے شریک خواتین میں کسی قسم کا کوئی امتیاز نہ برتا جائے۔ سب سے اہم چیز یہ ہے کہ مسلکی اختلافات کا ادنی سا شائبہ بھی ان محفلوں میں نہ ہونے دیا جائے۔ اسلام ایک آفاقی دین ہے اس کی وسعتوں پر ضرور نظر رکھئے یہ صفت دین کے گہرے شعور اور بصیرت سے ہی حاصل ہوسکتی ہے۔ اسے حاصل کرنے کی کوشش کرنی چاہئے۔

تعلیم کی کمی بھی ہمارے معاشرے کا بہت بڑا مسئلہ ہے۔ جس دین میں احکام الٰہی کی ابتدا ہی لفظ ''اقراء'' سے ہوتی ہو اسکے پیروؤں کا تعلیمی معیار جس حد تک گرچکا ہے اس کا ماتم کرنے سے زیادہ اہم یہ ہے کہ ہم فوری طور پر کچھ عملی اقدام کریں۔ جن خاندانوں میں علم کی اہمیت زیادہ نہ ہو انکے ذمہ داروں سے خصوصاً اور گھروں کی خواتین سے ذاتی ملاقاتیں کر کے انہیں علم کی اہمیت بتائیں۔ انہیں بتائیں کہ کس طرح ہمارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم نے باوجود اُمی ہونے کے علم کے فروغ کے لئے جدوجہد کی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ علم نافع حاصل کرنے کی دعائیں کرتے رہتے۔ تھے۔ موجودہ صورت حال میں تعلیم کا مہنگا ہونا بھی ایک اہم مسئلہ ہے۔ اس کے لئے عملی صورت یہ اختیار کی جاسکتی ہے کہ کچھ باحیثیت اور خیر کا جذبہ رکھنے والے افراد سے رابطہ کیا جائے اور ان کے مالی اشتراک سے ایسے بچوں کی مدد کی جائے جو علم کا شوق تو رکھتے ہیں لیکن وسائل نہیں رکھتے۔ ہماری بڑی کمزوری ہماری موجودہ حالات سے لاعلمی اور بے حسی ہے۔ ایسا نہیں ہے کہ ملت کے خیرخواہ اور سربرآوردہ لوگوں نے ایسے پروگرام شروع نہیں کئے ہیں لیکن انکا فائدہ عوام تک کم ہی پہنچ پاتا ہے۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ اسے عوام تک پہنچانے کی کوشش کی جائے۔

اسراف بیجا کی ہر صورت کو کم کرنے کے لئے ذہن بنانے کی کوشش کی جائے تاکہ اس دولت کو بہتر اور مفید کاموں میں صرف کیا جاسکے۔ زوال اور انحطاط سماج کے ہر گوشے میں سرائت کرچکا ہے اسے دور کرنے کے لئے ہمہ جہت کوشش بھی کرنا ہوگی۔ اس کے لئے عزم واستقلال، ہمت وبصیرت اور سب سے بڑھ کر اخلاص نیت کی ضرورت ہے۔ جسکی توفیق ہمیں اپنے رب سے مانگنی ہے۔

راہ مشکل ضرور ہے لیکن نقش پائے رہبرؐ رہبری کے لئے موجود ہیں۔

''سالار کارواں ہے میر حجاز اپنا''

Scanned with CamScanner

اخبار جہاں

محمد اسعداللہ قاسمی

ہمارے پیاروں کو رہا کرایا جائے، اسرائیلی یرغمالیوں کے اقارب کا ”کرم سالم“ کراسنگ پر دھاوا

غزہ کی پٹی میں شدید جنگ کو تین ماہ گذر چکے ہیں، دوسری جانب غزہ میں حماس کے زیر حراست اسرائیلی قیدیوں کے اقارب کے غم و غصے میں اضافہ ہو رہا ہے جب کہ جنگ بندی کا کوئی امکان دکھائی نہیں دیتا، حالیہ عرصے کے دوران دوسری جنگ بندی کے معاہدے تک پہنچنے کی کوششوں میں ناکامی کے بعد اسرائیلی یرغمالیوں کے اقارب کی بڑی تعداد نے غزہ اور اسرائیل کے درمیان قائم کرم ابو سالم کراسنگ پر دھاوا بول دیا تاہم سکیورٹی فورسز نے کراسنگ کو بند کر دیا، اطلاع کے مطابق اسرائیلی پولیس نے غزہ میں زیر حراست افراد کے اہل خانہ کو گرفتار کیا جنہوں نے یہ بہانہ بنا کر کراسنگ پر دھاوا بولنے کی کوشش کی کہ یہ ایک بند فوجی علاقہ ہے، اسرائیلی یرغمالیوں کے اہل خانہ کی جانب سے کرم سالم کراسنگ کو بند کرنے اور غزہ کی پٹی میں امداد کے داخلے کو روکنے کی کوشش کے بعد سامنے آیا ہے (ایجنسی)

منفرد اقامہ ہولڈر کو ملنے والے فوائد اور سہولتیں ملنے کی توقع ہے

سعودی عرب نے عالمی سطح پر ٹیلنٹ کو راغب کرنے اور نان آئل معیشت کو متنوع بنانے کے لیے پریمیم ریزیڈینسی پروگرام میں پانچ نئی کیٹیگریز متعارف کرائی ہیں، منفرد اقامہ دو طرح کا ہوگا، ایک محدود مدت کے لیے جب کہ دوسرا اقامہ دائمہ ہوگا، منفرد اقامے کے لیے امیدوار پر عمر کی پابندی اٹھالی گئی ہے، منفرد اقامہ ہولڈر اور اہل خانہ پر مقیم غیر ملکیوں کے لیے مقرر قوانین وضوابط نافذ ہوں گے، تاہم منفرد اقامہ ہولڈر اور اہل خانہ کے لیے جو حقوق اور سہولتیں مقرر کی گئی ہیں وہ انہیں حاصل ہوں گی، مرکز کے ایگزیکٹیو چیئرمین محمد السلطان نے ان پانچ نئی کیٹگریز کے حوالے منفرد اقامہ ہولڈرز کو ملنے والے فوائد اور سہولتوں کے بارے میں بتایا ہے، ان کا کہنا ہے کہ منفرد اقامہ ہولڈرز اور ان کے اہل خانہ مقابل مالی سے مستثنیٰ ہوں گے (ایجنسی)

ہندوستان اور متحدہ عرب امارات کے درمیان 4 اہم معاہدوں پر دستخط

ہندوستان اور متحدہ عرب امارات کے درمیان رشتوں میں دن بہ دن مضبوطی دیکھنے کو مل رہی ہے، یہ رشتہ گزشتہ روز مزید مضبوط ہوا جب ہندوستان اور یو اے ای کے درمیان 4 اہم معاہدوں پر دستخط کیا گیا، دراصل ہندوستانی وزیر اعظم نریندر مودی اور یو اے ای صدر محمد بن زاید آل نہیان کے درمیان منگل کے روز احمد آباد میں ملاقات ہوئی، اس ملاقات کے دوران ہی دونوں ممالک کے درمیان 4 معاہدوں پر دستخط کیے گئے، قابل ذکر بات یہ ہے کہ ہندوستانی وزیر اعظم اور یو اے ای صدر کے درمیان گزشتہ سات ماہ سے بھی کم وقت میں یہ چوتھی ملاقات ہے، محمد بن زاید آل نہیان دسویں وائبرینٹ گجرات گلوبل سمٹ کے مہمانِ خصوصی ہیں اور وہ 9 جنوری کو اس میں شرکت کے لیے گجرات کے احمد آباد ایئرپورٹ پر پہنچے، وہاں پی ایم مودی نے ان کا استقبال کیا اور پھر دونوں لیڈران نے بوقت شام ایک روڈ شو میں شرکت بھی کی، بہر حال، ہندوستان اور یو اے ای کے درمیان چار معاہدوں پر ہوئے دستخط سے متعلق جانکاری وزارت خارجہ کے ترجمان رندیپ جیسوال نے دی ہے (ایجنسی)

سابق صدر پرویز مشرف کی سزائے موت کا فیصلہ بعد از مرگ بھی برقرار

سپریم کورٹ نے سابق آرمی چیف اور فوجی صدر جنرل ریٹائرڈ پرویز مشرف کی سزا کے خلاف اپیل خارج کرتے ہوئے خصوصی عدالت کا سزائے موت کا فیصلہ برقرار رکھا ہے، چیف جسٹس قاضی فائز عیسیٰ کی سربراہی میں سپریم کورٹ کے چار رکنی لارجر بینچ نے متفقہ طور پر سابق فوجی صدر کی اپیل کو خارج کرتے ہوئے لاہور ہائیکورٹ کا خصوصی عدالت کی تشکیل غیر آئینی قرار دینے کا فیصلہ بھی کالعدم قرار دیا ہے، یاد رہے کہ 17 دسمبر 2019 کو پشاور ہائیکورٹ کے اُس وقت کے چیف جسٹس وقار احمد سیٹھ کی سربراہی میں بننے والی خصوصی عدالت کے تین رکنی بینچ نے پرویز مشرف کو آئین شکنی اور سنگین غداری کا مجرم قرار دیتے ہوئے انھیں سزائے موت دینے کا فیصلہ سُنایا تھا، تاہم 13 جنوری 2020 کو جسٹس مظاہر علی نقوی (موجودہ سپریم کورٹ جج) کی سربراہی میں لاہور ہائی کورٹ کے تین رکنی فل بینچ نے سابق صدر جنرل ریٹائرڈ پرویز مشرف کو سنگین غداری کیس میں سزائے موت سنانے والی خصوصی عدالت کی نا صرف تشکیل کو غیر قانونی قرار دیا بلکہ اس میں ہونے والی تمام تر کارروائی کو بھی کالعدم قرار دیا تھا (ایجنسی)

مصری خاتون رُکن پارلیمنٹ امتحان میں نقل کرتے رنگے ہاتھوں گرفتار

جنوبی مصر کی ساؤتھ ویلی یونیورسٹی میں ایک افسوسناک واقعہ پیش آیا جب ایک خاتون رکن پارلیمنٹ یونیورسٹی کی فیکلٹی آف لاء میں امتحان دیتے ہوئے دھوکہ دہی کرتی ہوئی پکڑی گئی، اس واقعے نے مصر میں دیگر ارکان پارلیمان کا سر بھی شرم سے جھکا دیا، یہ واقعہ اس وقت پیش آیا جب ساؤتھ ویلی یونیورسٹی ’انتساب‘ میں فیکلٹی آف لاء کے تیسرے سال کی ایک طالبہ اور امتحانات کی پروکٹرنگ کی ذمہ دار یونیورسٹی کے پروفیسر کے درمیان زبانی تکرار ہوئی، یہ ہنگامہ آرائی اس وقت ہوئی جب نگراں خاتون ٹیچر نے رکن پارلیمنٹ کو ہیڈ فون کے ذریعے پرچے میں نقل کرتے رنگے ہاتھوں پکڑ لیا، دوسری طرف ساؤتھ ویلی یونیورسٹی نے اس واقعے کے بارے میں مزید تفصیلات بتاتے ہوئے کہا کہ فیکلٹی ممبران میں سے ایک اسسٹنٹ جو کہ ایک اسسٹنٹ پروفیسر ہے (ایجنسی)

سعودی عرب آنے والے زائرین کو مکہ اور مدینہ میں نکاح پڑھانے کی سہولت

سعودی وزیر حج وعمرہ ڈاکٹر توفیق الربیعہ نے عمرہ وحج پر آنے والے زائرین کے لیے نئی سہولتیں متعارف کرانے کی ترغیب دی ہے۔ اخبار 24 کے مطابق جدہ میں حج وعمرہ کانفرنس ونمائش کے ایک مباحثے کے دوران انہوں نے کہا کہ بعض زائرین مکہ یا مدینہ میں نکاح پڑھانے کی خواہش رکھتے ہیں، خدمات فراہم کرنے والے ادارے انہیں یہ سہولت فراہم کر سکتے ہیں، نجی فوٹو گرافر کا بندوبست کیا جا سکتا ہے، علاوہ ازیں ڈاکٹر توفیق الربیعہ نے زائرین کو سہولتوں کی فراہمی میں انفرادیت کی حوصلہ افزائی کے لیے تین ایوارڈز کا بھی اعلان کیا (ایجنسی)

تعلیم وروزگار

رحمانی 30 نے سی اے، آئی سی اے آئی انٹرمیڈیٹ امتحان میں تاریخی 67.5 فیصد کے ساتھ مجموعی قومی اوسط 19 فیصد کو پیچھے چھوڑ دیا

رحمانی 30 ایک اہم تعلیمی تحریک ہے جو مستحق طلباء کی مدد کے لیے وقف ہے، رحمانی 30 کے طلبا نے انٹرمیڈیٹ امتحانات میں غیر معمولی کارنامے کا مشاہدہ کیا۔ جبکہ سی اے، آئی سی اے آئی کا مجموعی قومی اوسط 19 فیصد کے آس پاس ہے، رحمانی 30 نے بے مثال 67.5 فیصد کامیابی حاصل کی ہے، جو کسی ادارے کی تاریخ میں ایک اہم سنگ میل اور ایک بڑی کامیابی کا معیار ہے واضح ہو کہ سی اے انٹرمیڈیٹ ایک پروفیشنل امتحان ہے جو انسٹی ٹیوٹ آف چارٹرڈ آف انڈیا (ICAI) کے ذریعے لیا جاتا ہے۔ یہ چارٹرڈ اکاؤنٹینسی کورس کا دوسرا لیول ہے اور اس میں دو گروپس ہیں جن میں سے ہر ایک گروپ میں چار پیپرز ہوتے ہیں، سینیر سیکنڈری اسکول کے امتحان کے ساتھ مغالطے میں نہ پڑیں جسے 10+2 یا انٹرمیڈیٹ بھی کہا جاتا ہے 2023 کے امتحان CAICAI انٹرمیڈیٹ کے امتحان میں گروپ 1 اور گروپ 2 کے امتحانات میں 393,679 طلباء کی بڑی تعداد میں شرکت ہوئی، جس میں 75,954 نے کامیابی کے ساتھ کوالیفائی کیا۔ جو کہ تقریبا 19.29 فیصد ہوتا ہے۔ رحمانی 30 کے 40 طلباء کے گروپ نے 67.5 فیصد قابلیت کی شاندار کامیابی کا مظاہرہ کیا۔ قابل ذکر بات یہ ہے کہ نومبر 2023 کے نتائج نے CA انٹرمیڈیٹ گروپ 1 میں لڑکیاں 80 فیصد کامیاب رہیں۔ الحمدللہ

امیر شریعت حضرت مولانا احمد ولی فیصل رحمانی صاحب نے رحمانی 30 کے معزز سرپرست، طلباء، اساتذہ، عطیہ دہندگان، سفیروں، ذمہ داران اور کمیونٹی کو اس غیر معمولی کامیابی پر دلی مبارکباد پیش کرتے ہوئے۔ انہوں نے طلباء کی جانب سے دکھائے گئے غیر متزلزل عزم اور محنت کی تعریف کی اور رحمانی 30 کی تعلیم میں بہترین کارکردگی کے ذریعے طلباء کو با اختیار بنانے کی انتھک کوششوں پر فخر کا اظہار کیا رحمانی 30 کے اس سال 2024-26 کا داخلہ فارم ویب سائٹ پر دستیاب ہے۔ طلبہ عزیز اور گارجین https://tinyurl.com/2024-form-std-r30 پر جا کر جلد از جلد رجسٹریشن کروالیں۔

بہار قانون ساز اسمبلی سیکرٹریٹ میں آفس اٹینڈنٹ کے 54 سیٹوں پر ہوگی بحالی

بہار قانون ساز اسمبلی سکریٹریٹ کے تحت آفس اٹینڈنٹ کی خالی آسامیوں پر بھرتی کے لیے منعقد کیے جانے والے مسابقتی امتحان کے لیے اشتہار نمبر 5/2023 بہار قانون ساز اسمبلی سکریٹریٹ نے شائع کیا ہے، جسے اسمبلی سکریٹریٹ کی ویب سائٹ .www.vidhansabha.bih.nic پر دیکھا جا سکتا ہے، آن لائن درخواست فارم بھرنے سے متعلق تاریخ اور دیگر ہدایات حسب ذیل ہیں:-

(۱) رجسٹریشن کی تاریخ اور وقت اور آن لائن درخواست 01.01.2024 کو صبح 11:00 بجے سے (۲) آن لائن درخواست کی آخری تاریخ 21.01.2024 تک (۳) امتحانی فیس کی ادائیگی کی آخری تاریخ 23.01.2024

نوٹ:-(۱) مذکورہ مسابقتی امتحان کے لیے اہل ہندوستانی شہریوں سے آن لائن درخواستیں طلب کی جاتی ہیں، آن لائن درخواست دینے کے لیے تفصیلی ضروری ہدایات بہار قانون ساز اسمبلی سکریٹریٹ کی ویب سائٹ www.vidhansabha.bih.nic.in پر دستیاب ہیں۔

(۲) آن لائن درخواست دینے سے پہلے، امیدواروں کو ویب سائٹ پر دکھائے گئے تفصیلی اشتہار اور درخواست دینے کے لیے ضروری اور تفصیلی ہدایات کا اچھی طرح مطالعہ کرنا چاہیے۔

(۳) مذکورہ پوسٹوں کے لیے منعقد کیے جانے والے مسابقتی امتحان کے شیڈول کے بارے میں معلومات الگ سے شائع کی جائیں گی، جسے بہار قانون ساز اسمبلی کی ویب سائٹ پر دیکھا جا سکتا ہے۔

جھارکھنڈ اسٹاف سلیکشن کمیشن کے ذریعہ بھرے جائیں گے 4919 عہدے

جھارکھنڈ ریز رو مسابقتی امتحان - 2023 کے تحت، آن لائن درخواستیں 15.01.2024 سے 14.02.2024 کی آدھی رات تک طلب کی جانی تھی، تکنیکی وجوہات کی بناء پر، آن لائن درخواست کی تاریخ میں اس طرح تبدیلی کی گئی ہے:-

☆ آن لائن درخواست جمع کرانے کی مدت 22.01.2024 سے 21.02.2024 کی آدھی رات تک

☆ امتحان فیس کی ادائیگی کی آخری تاریخ 23.02.2024 کی آدھی رات تک

☆ تصویر اور دستخط اپ لوڈ کرنے کی آخری تاریخ 25.02.2024 کی آدھی رات تک

☆ اپلوڈ کی گئی آن لائن درخواست فارم میں ترمیم کی تاریخ 26.02.2024 سے 28.02.2024 کی آدھی رات تک

مزید معلومات کے لئے ویب سائٹ https:// jssc.nic.in پر جائیں۔

محکمہ انکم ٹیکس میں کھیل کوٹے سے 291 عہدوں پر بحالی

محکمہ انکم ٹیکس نے کھیل کوٹے کے تحت 291 عہدوں کے لیے درخواستیں طلب کی ہیں، اس میں انکم ٹیکس انسپکٹر، ٹیکس اسٹنٹ سمیت کئی پوسٹیں شامل ہیں، یہ تقرریاں ممبئی میں ہوں گی، منتخب امیدوار دو سال تک پروبیشن پر ہوں گے، اہل اور دلچسپی رکھنے والے امیدوار محکمہ کی سرکاری ویب سائٹ پر جا کر آن لائن درخواست پُر کر سکتے ہیں، درخواست دینے کی آخری تاریخ 19 جنوری 2024 مقرر کی گئی ہے، سبھی امیدواروں کو 200 روپے فیس آن لائن جمع کرنا ہوگا، آن لائن فارم پر کرنے یا اس سلسلہ میں مزید معلومات کے لئے شعبہ کے ویب سائٹ پر https//: incometaxmumbai.gov.in جائیں۔

Scanned with CamScanner

ملی سرگرمیاں

مولانا مفتی محمد سہراب ندوی

دارالقضاء ملت کے تمام مسائل حل کرنے کا مرکز: حضرت امیر شریعت

دار العلوم صدیقیہ صدیق نگر سلی گوڑی دارجلنگ میں دار القضاء کا قیام

اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں کو اس بات کا پابند بنایا ہے کہ وہ اتحاد و اتفاق کے ساتھ احکام شریعت کے مطابق زندگی گزاریں اور امارت شرعیہ کے بانیان کی فکر بھی یہی تھی کہ پوری ملت اسلامیہ کلمہ واحدہ کی بنیاد پر اجتماعی زندگی گزاریں اور ایک ایسے ملک میں جہاں اسلامی حکومت نہیں ہے اپنی زندگی شریعت کے مطابق بسر کریں، افتراق و انتشار میں پڑ کر اپنی قوت کو کمزور نہ کریں، ہمارے بزرگوں کی یہ فکر تھی کہ پوری ملت اسلامیہ منہاج نبوت پر چل کر زندگی کے ہر مرحلے میں اپنے مسلمان ہونے کا ثبوت پیش کریں یہ باتیں حضرت مولانا احمد ولی فیصل رحمانی صاحب دامت برکاتہم نے دارالعلوم صدیقیہ صدیق نگر، سلی گوڑی ضلع دارجلنگ مغربی بنگال میں مورخہ 8 /جنوری 2024 کو افتتاح دارالقضا کے موقع پر اپنے صدارتی خطاب میں کہیں، آپ نے فرمایا کہ قرآن کریم میں اس بات کی وضاحت کی گئی ہے کہ جو لوگ اجتماعیت کو ختم کرتے ہیں ان کی ہوا اکھڑ جاتی ہے اور وہ بزدلی کا شکار ہو جاتے ہیں اس لئے کسی بھی بنیاد پر خواہ وہ ذات پات کا ہو یا مسلک و مشرب کا آپسی اتحاد کو ختم نہ کریں، آپ نے فرمایا کہ آج آپ کے علاقے میں دارالقضاء قائم ہوا اس کا مقصد صرف یہ نہیں کہ یہاں سے طلاق اور خلع کے مسائل حل کئے جائیں بلکہ اس کا مقصد یہ ہے کہ جس طرح اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم مسجد نبوی میں بیٹھ کر مسلمانوں کے تمام معاملات کو حل فرمایا کرتے تھے آپ حضرات بھی اپنے تمام معاملات کو دارالقضاء سے حل کرائیں دارالقضاء کو شریعت اسلامی کے نفاذ کا مرکز سمجھیں، آپ نے فرمایا کہ امارت شرعیہ کے بانی حضرت مولانا ابوالمحاسن محمد سجاد کی اعلیٰ فکر تھی کہ کلمہ کی بنیاد پر پورے ملک کے مسلمانوں کو مربوط رکھا جائے اور نظام شرعی کی حفاظت کی جائے آپ سبھوں کی ذمہ داری ہے کہ بانیان امارت کی اس فکر کو عملی جامہ پہنانے کی فکر کریں، اس موقع پر حضرت امیر شریعت نے مولانا مفتی دلشاد حبیب قاسمی صاحب یکہتہ مدھوبنی کو قاضی شریعت مقرر کیا اور ان کے سر پر دستار قضاء باندھی، اس موقع پر حضرت امیر شریعت نے دارالعلوم صدیقیہ صدیق نگر سلی گوڑی دارجلنگ کے تین طلبہ کے حفظ قرآن کی تکمیل کرائی اور دارالقضاء کی عمارت کا سنگِ بنیاد حضرت امیر شریعت کے ہاتھوں عمل میں آیا، مولانا مفتی محمد انظار عالم قاسمی قاضی القضاۃ بہار اڈیشہ وجھارکھنڈ نے اپنے خطاب میں امیر شریعت کی اطاعت پر زور دیتے ہوئے فرمایا کہ اللہ رب العزت نے جس طرح اپنے اور اپنے رسول کی اطاعت کا حکم دیا اسی طرح امیر کی اطاعت کا بھی حکم دیا ہے اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے امیر کی اطاعت کی اس نے میری اطاعت کی اور جس نے امیر کی نافرمانی کی اس نے میری نافرمانی کی اس لئے ہم سب پر لازم وضروری ہے کہ ہم اپنے امیر کی اطاعت کریں ان کی آواز پر لبیک کہیں، قاضی صاحب نے فرمایا کہ دارالقضاء کا نظام اسی نظام شرعی کا عملی نمونہ ہے اللہ کے رسول نے خود معاملات کے فیصلے کیے اور کئی صحابہ کو مختلف مقامات پر قاضی مقرر فرمایا جو لوگوں کے معاملات کے فیصلے فرماتے تھے پھر خلفاء راشدین کے دور میں بھی نظام قضاء قائم رہا حضرت عمر فاروق کے دور میں تو نظام قضاء کو بڑی وسعت ملی اور جب خلافت کا دوسرا ختم ہو گیا تو سلطنت وملوکیت کے دور میں بھی قضاء کا نظام چلتا رہا، یہاں تک کہ اس ملک بھارت میں بھی جب مسلمان حکمرانوں کی حکومت قائم ہوئی تو ان کے دین سے غافل ہونے کے باوجود انہوں نے نظام قضاء سے غفلت نہیں برتی ہر بادشاہ کے دور میں شعبہ قضاء قائم ہوا اور حضرت اورنگزیب عالمگیر رحمہ اللہ کے زمانہ میں تو قضا کے نظام کو باضابطہ وسعت دی گئی اور اسے منظم کیا گیا اور مغلیہ حکومت کے زوال کے بعد جب اسلامی شریعت کو انگریزوں نے ختم کرنے کی کوشش کی تو ہمارے بزرگوں نے شریعت کی حفاظت کے لئے 1937ء میں شریعت اپلیکیشن ایکٹ منظور کروایا اور پھر نظام امارت کے ذریعہ اس کی حفاظت کا عملی کارنامہ انجام دیا، قربان جائیے ہمارے بزرگوں پر اور پوری جذبہ ایمانی کے ساتھ اس نظام سے مربوط ہو کر زندگی گزاریئے یہ ہم سبھوں کا ایمانی فریضہ ہے، مولانا مفتی وصی احمد قاسمی نائب قاضی شریعت مرکزی دارالقضاء امارت شرعیہ پھلواری شریف پٹنہ نے اپنے ولولہ انگیز خطاب میں فرمایا کہ لوگو یہ ملک جمہوری ہے یہاں کسی بھی معاملے میں لوگوں کے سر گنے جاتے ہیں اور دیکھا جاتا ہے کہ کس کے ساتھ کتنے افراد ہیں اس لئے اس ملک میں اپنی بات حکومت وقت سے منوانی ہے اور اپنی کھوئی ہوء عظمت رفتہ کو بحال کرنا ہے تو امیر شریعت کی آواز پر لبیک کہیے ان کے کندھے سے کندھا اور قدم سے قدم ملا کر چلئے یہی شریعت کا حکم ہے اور یہی وقت کا تقاضا ہے، اگر آپ نے وقت کی نزاکت کو نہیں سمجھا اور ٹکڑوں میں بٹتے رہے تو آپ کو بچانے والا اس ملک میں کوئی نہیں ہوگا، انہوں نے کہا کہ مسلمانو امارت شرعیہ کا نظام اس ملک کے مسلمانوں کے لئے نعمت خداوندی ہے اس کی قدر کیجئے اور ایک امیر کے ماتحت رہ کر اپنی زندگی گزاریئے کسی فتنہ کا شکار ہو کر اجتماعیت کو ختم مت کیجئے اور یاد رکھیے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اجتماعیت کو ختم کرنے والا جہالت کی موت مرے گا، مولانا مجیب الرحمٰن قاسمی بھاگلپوری معاون قاضی شریعت مرکزی دارالقضاء امارت شرعیہ نے امارت شرعیہ کا جامع تعارف پیش کرتے ہوئے اپنے خطاب میں کہا کہ اللہ کا فضل ہے کہ امارت شرعیہ کو ہر دور میں اس دور کے مطابق امیر شریعت ملے موجودہ امیر شریعت جو علوم دینیہ وعصریہ کے ماہر اور عالمی حالات سے خوب واقف ہیں وہ موجودہ وقت کے تقاضوں کو سامنے رکھ کر جہاں ایک طرف شریعت کی حفاظت اور اسلامی شریعت کے نفاذ کے لئے دارالقضاء کے نظام کو تیزی کے ساتھ پھیلا رہے ہیں وہیں امارت شرعیہ کی خدمات کو عام کرنے کی لئے اسکول، ہاسپٹل اور دیگر شعبہ جات کا اضافہ بھی فرما رہے ہیں بس ہم سب کی ذمہ داری ہے کہ ہم لوگ مضبوطی کے ساتھ امارت شرعیہ سے جڑے رہیں اور امیر شریعت کے ہاتھوں کو مضبوط کریں، اجلاس کے مہمان خصوصی حضرت مولانا عبد القدوس ہادی، قاضی شہر کانپور نے فرمایا کہ امارت شرعیہ کا نظام قضاء اتنا مضبوط ہے کہ آج پوری دنیا میں اس طرز پر کام کیا جا رہا ہے اور پوری دنیا میں امارت شرعیہ پھلواری شریف پٹنہ کو قدر کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے موجودہ امیر شریعت کی فکر بہت اعلیٰ ہے اللہ تعالیٰ ان کی فکر سے امارت شرعیہ کے کاموں کو مزید استحکام بخشے، مولانا محمد ارشد قاسمی قاضی شریعت دار القضاء انجمن اسلامیہ کشن گنج نے اپنے خطاب میں فرمایا کہ حضرت امیر شریعت مدظلہ نے مسلمانوں کے ہر ایک لاکھ کی آبادی پر دارالقضاء کے قیام کا ہدف طے کیا ہے ملک میں جس طرح شریعت اسلامی کو مٹانے کی کوشش ہو رہی ہے اس پس منظر میں امیر شریعت کا یہ تاریخی ہدف ہے بحیثیت مسلمان ہم سبھوں کو امیر شریعت کے اس فیصلے کی قدر کرتے ہوئے اسے عملی جامہ پہنانے میں اپنا کردار ادا کرنا چاہیے، قاضی ضمیر الدین قاسمی صاحب قاضی شریعت دار القضاء امارت شرعیہ کولکاتہ نے اپنے خطاب میں فرمایا کہ حضرت امیر شریعت کی جہد مسلسل سے مغربی بنگال میں تیزی کے ساتھ دارالقضاء کا قیام عمل میں آ رہا ہے یقیناً حضرت امیر شریعت کے اس اقدام سے مغربی بنگال کے مسلمانوں میں خوشی ہے اور وہ امارت شرعیہ سے مزید مضبوطی کے ساتھ وابستہ ہو رہے ہیں مولانا سرفراز احمد ثاقبی بانی و مہتمم دارالعلوم صدیقیہ صدیق نگر سلی گوڑی دارجلنگ نے حضرت امیر شریعت اور تمام مہمانوں کے لئے استقبالیہ کلمات کہے، مولانا محمد ریحان قاسمی کولکاتہ مفتی شمس تبریز قاسمی کولکاتہ نے بھی اپنے خیالات کا اظہار فرمایا، اجلاس میں حافظ احتشام رحمانی رکن شوریٰ امارت شرعیہ مولانا مامون رشید قاسمی مولانا اشرف علی قاسمی کے علاوہ سلی گوڑی، جلپائی گوڑی، علی دوار، کولکاتہ سکم اور بھوٹان کے علماء وسرکردہ شخصیات نے بڑی تعداد میں شرکت کی، مولانا سرفراز احمد ثاقبی مہتمم دارالعلوم صدیقیہ مولانا مامون رشید قاسمی صدر مدرس دارالعلوم صدیقیہ مولانا اشرف علی قاسمی مدرس مدرسہ ہذا اور دیگر تمام اساتذہ وطلباء نے پروگرام کو کامیاب بنانے میں اہم کردار ادا کیا، پروگرام میں ہزاروں کی تعداد میں مرد وخواتین نے شرکت کی، حضرت امیر شریعت دامت برکاتہم کی رقت آمیز دعا پر اجلاس ختم ہوا۔

امارت شرعیہ کی طرف سے بلواہا ضلع سہرسہ میں آتشزدگان کے درمیان ریلیف کی تقسیم

گذشتہ ہفتہ بلواہا، بلاک مہشی، ضلع سہرسا میں اچانک آتشزدگی کا واقعہ پیش آیا اور دیکھتے 17 خاندان کے افراد بری طرح متاثر ہوئے ان کے اثاثے خاکستر ہو گئے، مقامی حضرات کی محنت سے عبوری راحت کا کام کیا گیا، مولانا محمد اظہار الحق قاسمی قاضی شریعت دارالقضاء امارت شرعیہ مدرسہ نظامیہ اشرف المدارس للجہ ضلع سہرسا، پروفیسر طاہر صاحب صدر تنظیم امارت شرعیہ ضلع سہرسہ، اور ڈاکٹر طارق صاحب سکریٹری تنظیم امارت شرعیہ ضلع سہرسہ نے زمینی سطح سے سروے کیا اور حضرت مولانا احمد ولی فیصل رحمانی صاحب دامت برکاتہم امیر شریعت بہار اڈیشہ وجھارکھنڈ کی خدمت میں رپورٹ پیش کی، حضرت امیر شریعت صاحب مدظلہ نے 17 افراد کے نام پانچ ہزار روپے کا چیک فی کس کے حساب سے منظوری دی اور ایک ایک کمبل دینے کا حکم فرمایا۔ 10 جنوری 2024 روز بدھ کو امارت شرعیہ کے ایک وفد نے مقام بلواہا پہونچ کر ریلیف تقسیم کیا، اس موقع پر قائد وفد مولانا مفتی محمد انظار عالم قاسمی قاضی شریعت مرکزی دار القضاء امارت شرعیہ بہار اڈیشہ وجھارکھنڈ نے متاثرین کے درمیان وعظ ونصیحت کرتے ہوئے فرمایا کہ جب ہم مصائب میں مبتلا ہو جائیں تو ایسے موقع پر اللہ کی طرف رجوع کرنا چاہیے اور نماز وتسبیحات واستغفار کا خاص اہتمام کرنا چاہیے، آپ نے مقامی حالات کو دیکھتے ہوئے لوگوں کو حصول تعلیم کی طرف بھی ترغیب دی، اور کہا کہ یہ دور تعلیم کا دور ہے، آپ اپنے بچوں کو دینی تعلیم دیں اور ہر وہ تعلیم جو انسان کو بلندی عطا کرے اپنے بچوں کو تعلیم دلائیں۔ مولانا مجیب الرحمٰن قاسمی معاون قاضی شریعت مرکزی دارالقضاء امارت شرعیہ نے کہا کہ بہترین شخص وہ ہے جو لوگوں کے لیے نفع بخش ہو۔ خدمت خلق اسلام کا اہم شعبہ ہے۔ متاثرین کے درمیان ریلیف کی تقسیم اسی کا ایک اہم حصہ ہے۔ بعدہ پروفیسر طاہر صاحب صدر تنظیم امارت شرعیہ سہرسا، مولانا محمد اظہار الحق قاسمی قاضی شریعت دارالقضاء للجہ سہرسہ، مکھیا نجم الہدیٰ صاحب مہتمم مدرسہ نظامیہ اشرف المدارس للجہ وسکریٹری تنظیم امارت شرعیہ مہیشی بلاک، ضلع سہرسہ مکھیا انعام الحق صاحب نائب سکریٹری تنظیم امارت شرعیہ مہشی بلاک سہرسہ نے یکے بعد دیگرے اپنے اپنے ہاتھوں سے متاثرین کے درمیان چیک اور کمبل تقسیم کیا، ریلیف کی حصولیابی کے بعد متاثرین افراد نے راحت کی سانس لی اور مولانا محمد انظار عالم قاسمی قاضی شریعت مرکزی دارالقضاء امارت شرعیہ کی رقت آمیز دعا سے مجلس کا اختتام ہوا۔ متاثرین افراد نے حضرت امیر شریعت دامت برکاتہم اور دیگر ذمہ داران امارت شرعیہ کا شکریہ ادا کیا۔

(بقیہ یادوں کے چراغ)

اسی دن وہ عبدالباری صدیقی صاحب کی رہائش گاہ سے اپنے مستقر ایک بائیک پر سوار ہو کر لوٹ رہے تھے کہ وہ پھینکا گیے، جس سے کولھے کی ہڈی ٹوٹ گئی اور وہ بستر سے لگے تو پھر اٹھ نہیں سکے۔

مولانا مرحوم سے میرے تعلقات کم وبیش تیس سال سے زائد سے تھے، پہلی ملاقات تو یاد نہیں ہے، مولانا نے خود ہی یادوں کی بہار میں لکھا ہے کہ آل انڈیا ملی کونسل کے پہلے اجلاس نومبر 1992 میں ہم دونوں ہم سفر تھے، اس سفر میں ساتھ ساتھ ہم دونوں نے ٹیپو سلطان کے مزار پر حاضری دی تھی، اور سبیل الرشاد بنگلور کا سفر بھی ہم نے ساتھ ساتھ کیا تھا، واپسی پر بہار میں ملی کونسل کی تشکیل ہوئی اور مفتی نسیم احمد قاسمی کے ساتھ جو ٹیم بنی اس کے وہ اہم رکن تھے، بہار ملی کونسل کا جب میں سکریٹری بنا تو وہ میرے دست وبازو بنے، کئی سالانہ اجلاس میں میرا ان کا ساتھ رہا، حیات عبدالرحمٰن منظوم پر مجھ سے مقدمہ بھی انہوں نے لکھوایا، امارت شرعیہ جب آتے تو گھنٹوں میرے پاس بیٹھتے، اپنے گھر بلا کر دعوت کھلاتے، تبادلۂ خیال کرتے ان کی کتاب ”یادوں کی بہار“ چھپ کر آئی تو جن چند لوگوں کو انہوں نے بلا قیمت کتاب فراہم کرائی، ان میں ایک نام میرا بھی تھا، مولانا اسرار الحق صاحب پر انہوں نے یادوں کی بہار میں اپنا مضمون شامل کیا تو قارئین کو مشورہ دیا کہ وہ مولانا کے اوپر میرے (محمد ثناء الہدیٰ قاسمی) مضمون کو ضرور پڑھیں، انہوں نے میرے اس مضمون کو خوبصورت پرکشش اور معلوماتی قرار دیا تھا، انہوں نے اس کتاب میں ایک مضمون میرے اوپر بھی شامل کیا، جس کے حرف حرف سے ان کی محبت کا اظہار ہوتا ہے، ان کے اسی اقتباس پر میں اپنی بات ختم کرتا ہوں، لکھتے ہیں: ”مفتی صاحب جب سے نقیب کے مدیر با اختیار بنائے گیے، اس کے معنوی وظاہری رنگ وروپ میں نکھار آ گیا ہے، یہ اخبار مجھے مولانا وحید الدین خاں کی ادارت میں جمعیۃ علماء ہند کے ترجمان الجمعیۃ کے جمعہ ایڈیشن کی یاد دلاتا ہے، گو ہمارے نقیب کا معیار الجمعیۃ کے جمعہ ایڈیشن سے بھی بڑھا ہوا ہے، اسی وجہ سے مجھے نقیب کا ہر ہفتہ انتظار رہتا ہے، مفتی صاحب کے لکھے ہوئے سوانحی خاکے جو پکے آم کے مانند ٹپکتے ہوئے دنیا سے سدھارتے ہیں، یہ خاکے اسلوب کے اعتبار سے خوبصورتی کے ساتھ پرکشش اسلوب تحریر کیساتھ سفینۂ عبرت بھی ہوتا ہے، میں سطر سطر پڑھتا ہوں، ان کا حاصل مطالعہ اور بلا تبصرہ اتنا مختصر اور پُراثر ہوتا ہے کہ مجھے داد دینی پڑتی ہے، مفتی صاحب کی قدیم روایت کی پابندی یعنی مرحومین کی مرثیہ خوانی، کبھی زندہ ملی شخصیات پر اپنے قلم کی جولانی دکھاتے ہیں، ان پر غصہ بھی آتا ہے کہ اتنی خوبصورت اور پر اثر تحریر کیوں لکھتے ہیں، اللہ کرے مفتی صاحب کا زور خطابت، طلاقت لسانی، اسلوب نگارش، شعور وادراک، فصاحت وبلاغت، سلاست اور مثبت فکر وخیال، شیریں انداز تحریر، اور ان کا فکر باقی رہے۔“

Scanned with CamScanner

مدارس پاکیزہ ذہنی وفکری اور روحانی تعلیمات کی درسگاہیں ہیں

مولانا رضوان احمد ندوی

مدارس دینیہ دنیا کے سارے مسلمانوں کے لئے مینارہ ہدایت رکھتے ہیں، یہ جہاں علم وفن کا گہوارہ ہیں، وہیں یہ دعوت فکر ونظر کونئی جہت ووسعت عطا کرنے والے منبع وسرچشمہ بھی ہیں، تاریخ گواہ ہے کہ ماضی میں انہیں مدارس سے دین کے ایسے ایسے مجاہد وداعی پیدا ہوئے جنہوں نے مذہب کے خلاف اٹھنے والے ہرفتنوں کا مقابلہ کیا اور مذہب اسلام کی حقانیت کودلائل کے ذریعہ روشن وتابناک بنایا، اگر یہ مدارس نہ ہوتے تو مسلمانوں کے ایمان کی حفاظت اوران کودین پر باقی رکھنا دشوار ہوجاتا، اسلئے حضرت مولانا سید ریاست علی ندوی نے لکھا ہے کہ قوموں کے عروج اور ترقی میں ان مدرسوں کی بڑی اہمیت ہے، قومیں افراد سے بنتی ہیں اور افراد کی ان کے بچپن ہی سے ذہنی، اخلاقی وروحانی تعلیم وتربیت مدرسوں ہی کے ذریعہ انجام پاتی ہے، اسلئے اگر مدرسے پاکیزہ، ذہنی، اخلاقی اور روحانی تعلیمات کی درسگاہوں گے توان سے ایسی قوم تیار ہوگی جوزندگی کی صحیح شاہراہ پر چل کر اپنے وجود سے دنیا میں انسانوں کے مقصد تخلیق کو پورا کرے گی (اسلامی نظام تعلیم، ص:۴۶)

انہیں بنیادوں پر ہندستان کے چپہ چپہ میں درجن بھر عربی درسگاہیں قائم ہیں، جن کے نور سے جہالت وبے دینی اور ظلمت وتاریکی کے بادل چھٹ رہے ہیں۔

مولانا وارث مظہری نے مجلّہ ترجمان دارالعلوم کے اداریہ میں مدارس کے تاریخی پس منظر پر روشنی ڈالتے ہوئے لکھا کہ ''ہندستان میں مدارس کی تاریخ اتنی ہی پرانی ہے جتنی ہندستان میں سیاسی اور معاشرتی سطح پر مسلمانوں کا وجود تاہم اس کی باضابطہ ابتدا قطب الدین ایبک کے عہدے سے ہوتی ہے۔ مسلم بادشاہوں نے اپنے ادوار حکومت میں جن چند بنادی امور پر توجہ دی ان میں مدارس کا قیام بھی ہے۔ مسلم بادشاہوں کی اس سے دل چسپی کا اندازہ اس سے ہوسکتا ہے کہ ایک عرب سیاح ومؤرخ القلشقندی کے مطابق، سلطان محمد بن تغلق کے عہد میں صرف دہلی میں ایک ہزار مدارس پائے جاتے تھے۔ (صبح الاعمش ابوالعماس القلشقندی:۶۹/۵)

انگریز سیاح ہملشن نے اورنگ زیب کے زمانے کا ذکر کرتے ہوئے لکھا کہ صرف ایک شہر میں ۴۰۰؍مدارس تھے'' شمس الدین التمش (وفات ۱۲۳۶ء) محمد بن تغلق (وفات ۱۳۵۱) فیروز شاہ تغلق (وفات ۱۳۸۸) اسی طرح خلجی سلاطین (۱۵۳۱ء)-(۱۴۳۶ء) کے عہد ہائے حکومت میں باتفاق مؤرخین لاتعداد مدارس قائم کئے گئے۔ اس ذیل میں سلطان سکندر لودھی کا نام بھی مؤرخین نے خصوصیات کے ساتھ ذکر کیا ہے۔ مسلم بادشاہوں، شہزادوں اور شہزادیوں نیز نوابوں اور جاگیر داروں کے ذریعہ مدارس کے قیام وسرپرستی کا سلسلہ آخری مغل حکمراں بہادر شاہ ظفر (وفات ۱۸۶۲ء) کے دور حکومت تک بالفاظ دیگر ۱۸۵۷ء کے انقلاب تک جاری رہا۔ مغل حکمرانوں میں خاص طور پر اکبر کے بارے میں مؤرخین نے لکھا ہے کہ اس نے مدارس کے علاوہ کتب خانے بھی کھولے اور مدارس کے نصاب میں توسیع کرکے اس میں نئے علوم ومضامین کا اضافہ کیا، اسی کے ساتھ غیر مسلموں کے لئے اس نے الگ سے بھی مدارس قائم کئے تاہم حقیقت یہ ہے کہ عہدہ وسطی کے ہندستان میں بکثرت غیر مسلم ہندستانی باشندوں کی بالخصوص تعلیم کا بھی ایک اہم ذریعہ یہ مدارس ہی تھے۔ اس کے ثبوت واضح طور پر ملتے ہیں۔ ان مدارس کے فارغین ہندوؤں میں سے باکمال لوگ اہم حکومتی عہدوں پر بھی فائز ہوتے تھے۔ خاص طور پر دور مغلیہ میں اکبر کی سرپرستی میں جو نظام تعلیم رائج ومستحکم ہوا اس میں اسکی کافی ووافر گنجائش تھی۔ مدارس میں ہندوؤں کے پڑھنے کی روایت دور آخر تک قائم رہی، اس کا اندازہ اس مثال سے کیا جاسکتا ہے کہ راجہ رام موہن رائے (۱۸۳۳ء) جنہوں نے ہندو معاشرے کی اصلاح کی زبردست تحریک چلائی وہ ایسے ہی ایک مدرسہ کے تعلیم یافتہ تھے خود دارالعلوم دیوبند جو ہندستان میں ۱۸۵۷ء کے بعد ''خالص'' دینی مدارس کی تحریک کی بنیاد اور سرچشمہ ہے میں ابتدا میں ہندو بچے بھی پڑھتے تھے۔ (تاریخ دارالعلوم دیوبند، جلد:۱، ص:۱۹۴) برصغیر ہند میں تعلیمی تفریق (دینی ودنیاوی انگریزوں کی دین ہے۔ اس کے بعد صورت حال بلاشبہ مختلف ہوگئی لیکن اسے مسلمانوں کے عہد ہائے گذشتہ پر قیاس نہیں کیا جاسکتا۔ ان عہدوں میں بنیادی طور پر اسی دھارے نے پورے ملک کو سیراب کیا خاص طور پر اعلی تعلیم کے تعلق سے یہی ادارے ملک میں عمومی سطح پر تعلیم کے پھیلاؤ کا ذریعہ بنے عہد ماضی کے حکمرانوں نے جس طرح یونان کے مردہ اور مدفون علوم کونئی زندگی بخشی، انہیں پھیلایا، عام کیا، ان میں اضافے کئے تا آں کہ یہ علوم یورپ پہنچ کر یورپ کی نشأت ثانیہ کا باعث بنے۔ اسی طرح متوارث ہندی علوم کی سرپرستی بھی انہی مدارس کے توسط سے ہوئی دوسری طرف دنیا کی دوسری قوموں اور ملکوں کے درمیان علمی وثقافتی تبادلے کا ذریعہ وواسطہ یہی مدارس بنے۔ عہد اکبری (عہد مامونی کی طرح ہندوؤں کی مذہبی اور ادبی کتابوں کے جوترجمے سنسکرت اور ہندوستان کی دوسری زبانوں سے فارسی میں ہوئے۔ اس کو انجام دینے والے کوئی دوسرے نہیں انہی مدارس کے فیض یافتگان تھے (ماخوذ ترجمان دارالعلوم دیوبند، شمارہ نمبر:۱رستمبر ۲۰۰۵)

کیونکہ یہاں کے تربیت یافتہ فضلاء مسجدوں کے منبر ومحراب سے دعوت حق کی صدا لگاتے ہیں اور مسلمانوں کے اندر دینی حمیت وغیرت کو ابھارتے ہیں، ماضی سے تاحال ان مدارس کے ذریعہ جس طرح بدعت والحاد کا قلع قمع ہوا اور ہورہا ہے اس کی چند جھلکیاں یہاں پیش کی جارہی ہیں:

(۱) ملک میں عرصہ سے ہندو مسلمان ایک ساتھ رہتے سہتے آرہے ہیں، اس مخلوط معاشرہ کے باعث مسلمانوں کے اندر بھی ہندوانہ رسم ورواج ومشرکانہ اعمال داخل ہونا شروع ہوگیا حتی کہ طرز معاشرت کا رنگ ڈھنگ بدل گیا، چنانچہ ان مدارس کے علماء واصحاب فکر ونظر نے مسلمانوں کو اسلامی تہذیب وثقافت سے آشنا کیا اور جن گھروں میں دیومالائی رسمیں جاری تھیں ان کے نقائص وقباحت بیان کرنے کے بعد اسلامی طرز معاشرت کو اختیار کرنے پر توجہ دلائی جس کے خوشگوار اثرات مسلم معاشرہ پر پڑے۔

(۲) ۱۸۵۷ء کے بعد اس ملک میں انگریزی تہذیب کا غلبہ ہوا، اس نے طاقت اور اقتدار کے نشہ میں چور ہوکر مغربی کلچر کو مسلمانوں پر مسلط کرنے کے لئے پوری توانائی صرف کردی جس کے اثرات سادہ لوح مسلمانوں پر پڑنے لگے، اس صورتحال کو بدلنے کے لئے انہیں مدارس کے اصحاب بصیرت علماء میدان عمل میں اترے اور مسلمانوں کو فرنگی تہذیب کے مصائب سے واقف کردیا، ان بزرگوں کی کوششوں کے نتیجہ میں سیلاب بلاخیر کے سوراخ بن ہوئے جس کے باعث انگریز حکومت اپنی تہذیب کو مسلمانوں میں مقبول عام بنانے میں کامیاب نہ ہوسکی۔

(۳) انگریزوں نے غریب مسلمانوں کے ایمان پر ڈاکہ ڈالنے کے لئے مسیحی پادریوں کو آلہ کار بنایا، ان پادریوں نے ملک کے بعض خطوں میں مسلمانوں کو ان کے اپنے مذہب سے دور کرنے کی کوششیں شروع کیں، ان فتنہ کو روکنے کے لئے اسی مدارس کے صاحب فکر ونظر علماء سینہ سپر ہوگئے، پورے ملک کا دعوتی دورہ کیا اور جہاں جہاں مسلمان اس کے شکار ہورہے تھے ان کے سامنے اسلامی حمیت کو بیدار کیا اور کہنا چاہئے کہ مسلمان اس فتنہ ارتداد سے محفوظ ہوئے۔

(۴) ملک کے مختلف دینی علاقوں میں اریائی سماج نے غیر مسلموں کی معاونت وحمایت میں مسلمانوں کو مرتد بنانے کے لئے شدھی تحریک چلائی جوایک بڑے فتنہ کی شکل میں نمودار ہوئی، بعض ہندو سبھا کے لیڈروں نے اعلان کیا کہ اگر مسلمان سمجھانے بجھانے اور نرمی وآشتی سے شدھ نہ ہوئے تو جبر وقوت سے ان کو ہندو بنایا جائے گا، اس کے خلاف اصحاب مدارس اٹھ کھڑے ہوئے اور پورے ہندستان میں پھیل گئے اور دعوت وتبلیغ کے ذریعہ لڑکھڑاتے مسلمانوں کے قدموں کو جمایا اور ان کے ایمان ویقین میں پختگی پیدا کی۔

(۵) انگریزوں نے ایک سوچی سمجھی سازش کے تحت اسلامی شعائر کونشانہ بنایا اور مسلمانوں میں ہی کچھ ایسے لوگوں کو کھڑا کردیا جو بظاہر اسلام کا نام لے کر اسلام ہی کے شعائر اور مذہبی اعتقادات پر ضرب لگاتے تھے، علماء دین اس کے خلاف سینہ سپر ہوگئے اور اسلامی شعائر کی اہمیت سے مسلمانوں کو واقف کرایا بزرگان دین کی ہی کوششوں کا نتیجہ ہے کہ انگریز اپنے مقصد وتدبیر میں کامیاب نہ ہوسکے۔

(۶) جب انگریزوں کے سارے حربے بے کار ثابت ہوتے رہے تو اس نے مغربی مصنفین سے اسلام کے خلاف کتابیں اور مضامین لکھوانے شروع کئے تاکہ مسلمان کا عقیدہ توحید متزلزل ہوجائے ان کے اس باطل نظرے کے خلاف اکابر علماء مدارس نے تحریر وتقریر کے ذریعہ جواب دیا، کتابچے اور رسائل طبع کرائے، اللہ کے فضل وکرم سے ان علماء کی کاوشوں کے نتیجہ میں مسلمانوں کا نور ایمان محفوظ رہا۔

(۷) مدارس دینیہ کے فضلاء اور اصحاب علم وفضل سے ہی ہماری مسجدیں آباد ہیں، شہر سے لے کر دیہات وقصبات تک جس قدر لوگ اسلام سے آشنا ہیں سب انہیں مدارس کا فیض ہے، ان مدارس سے علم دین کا جونور پھیلا اس سے معاشرہ بدلا اور مسلمانوں میں اسلامی حیات کے آثار نمایاں ہوئے۔

(۸) اردو زبان ہمارا ملی وتہذیبی ورثہ ہے، اسلامی علوم کی مختلف شاخوں میں بہت بڑا تصنیفی ذخیرہ اردو میں ہے جو اردو وفارسی کے علاوہ اور کسی زبان میں نہیں مل سکتیں، اسلئے تہذیبی حیثیت سے مسلمانوں کو اس سے جذباتی لگاؤ بھی ہے اور تاریخ گواہ ہے کہ قوموں کی زندگی میں تہذیبی اثاثہ کی حفاظت اس کی ترقی کی ضامن ہوتی ہے اور اللہ کا فضل وکرم ہے کہ مدارس کے ذریعہ اس کی حفاظت وصیانت کا بڑا کام انجام پارہا ہے۔

(۹) اور سب سے اہم بات یہ ہے کہ انہیں مدارس کے ذریعہ نئی نسل کے دین وایمان کی حفاظت ہوتی ہے اگر مدارس نہ ہوں تو ہمارے بچے اپنی تہذیبی ثقافت کھو بیٹھیں گے اور ارتداد کی راہ پر چل پڑیں گے جس سے نسلیں تباہ ہوں گی، اسلئے بچوں کے تعلیمی مستقبل کے بارے میں ارباب مدارس فکر مند رہتے ہیں۔

(۱۰) نئی قومی تعلیمی نے ملک کے سیکولر ڈھانچہ کو متزلزل کردیا ہے اس کا بنیادی مقصد یہی ہے کہ کسی طرح مسلمانوں کو اسلامی زندگی سے دور کردیا جائے، اکابر علماء مدارس کی توجہ دلانے کے باوجود مرکزی حکومت اصلاح وترمیم پر توجہ نہ دی تاہم علماء نے ملک گیر سطح پر ابتدائی دینی تعلیم کے لئے مکاتب کے قیام کی تحریک چلائی۔

حالات متقاضی ہیں کہ یہ مدرسے جہاں بھی ہوں ان کو سنبھالنا اور چلانا مسلمانوں کا سب سے بڑا فریضہ ہے، اس لئے مسلمان ان مدارس اور دینی درسگاہوں کی قدر وقیمت کو محسوس کریں اور اس کی ترقی واستحکام میں ہرممکن طریقے سے جدوجہد کریں اور آج کے پرفتن دور میں ان مدارس کی قدر وقیمت بڑھ جاتی ہے جہاں آئے دن اسلام اور اسلامی شعائر کو مٹانے کی تحریکیں اٹھتی اور ابھرتی رہتی ہیں، یہ دینی مدارس ہی ہیں جو زبردست دفاع اور نگہبانی کا کام کررہے ہیں، دینی مدارس کی برکت سے یہاں اسلام زندہ اور تابندہ ہیں، اسپین پر صدیوں تک مسلمانوں کی حکومت رہی مگر جیسے ہی حکومت مسلمانوں کے ہاتھوں سے نکلی وہاں سے مسلمانوں کا وجود ختم ہوگیا، اس کی وجہ یہی ہے کہ وہاں دینی مدارس کا کوئی نظام نہ تھا، اللہ کے فضل وکرم سے ہمارے ملک میں مدارس کا جال پھیلا ہوا ہے جس کی حفاظت ونگہداشت کی ذمہ داری امت مسلمہ پر عائد ہوتی ہے، اس لئے جس جگہ مکاتب ومدارس قائم نہیں ہیں وہاں اس نظام کو رائج کریں، دینی تعلیم کی تحریک چلائیں اور ہر مسجد کو تعلیم کا مرکز بنا کر بچوں کی دینی واخلاقی تربیت سے آراستہ کریں اور اس بات کی کوشش کریں کہ ہمارا کوئی گاؤں اور محلہ معیاری مکتب سے خالی نہ ہو ؂

مشکلیں کچھ بھی نہیں عزم جواں کے آگے
حوصلے آہنی دیوار گرا دیتے ہیں

قدیم زمانے میں تعلیم کے لئے مساجد کو مرکز بنایا جاتا تھا، ان کے وسیع صحن کے دائیں بائیں کمرے بنوائے جاتے تھے، جو تعلیم گاہ بھی ہوتے تھے اور طلبہ کے لئے اقامت گاہ بھی- آج بھی ماضی کے تجربات سے فائدہ اٹھایا جاسکتا ہے کہ مساجد کو تعلیم وتعلم کا مرکز بنایا جائے۔

Scanned with CamScanner

حسد کی آگ سے بچیے

مہوش کنول

حسد اور جلن جیسی کیفیات انسانی جذبات کا حصّہ ہوتی ہیں۔ بظاہر تو نظر نہیں آتیں، لیکن اندر ہی اندر انسان کا وہ حشر کردیتی ہیں کہ ایک وقت آتا ہے جب انسان اپنے ان جذبات کے ہاتھوں اپنی ہی زندگی تباہ کرلیتا ہے، اور اپنے قریبی رشتوں تک سے دور ہوتا چلا جاتا ہے۔ حسد ان نعمتوں پر ہوتی ہے جو انسان کے اپنے پاس نہ ہوں یا اپنے پاس موجود نعمتوں سے برتر ہوں، تو بس اِس موقع پر ایک خواہش دل میں جگہ پالیتی ہے کہ نہ صرف مجھے یہ نعمت مل جائے بلکہ وہ دوسرا شخص اس نعمت سے محروم ہوجائےیا س حسد کا دائرہ کار معمولی اشیاء سے لیکر خداداد صلاحیتوں تک پھیلا ہوا ہے۔ مثلاً کچھ حاسد قسم کے افراد اپنے ہی دوستوں اور رشتہ داروں سے اُن کے بہترین پہناوے کی وجہ سے احساس کمتری میں مبتلا ہوجاتے ہیں۔ وہ سوچتے ہیں کہ اُن سے اچھا لباس کوئی کیسے پہن سکتا ہے؟ یا اُن سے اچھا کوئی کیسے لگ سکتا ہے؟ جبکہ اس اچھا لگنے میں اللہ کی دی ہوئی شکل وصورت کا سب سے بڑھ کر عمل دخل ہوتا ہے، اور اُس بے چارے کا اختیار محض اپنی پسند کا لباس زیب تن کرنے کی حد تک ہوتا ہے۔ اِس بات میں کوئی شک نہیں کہ بہترین لباس اور تیاری سے جلنے اور جلانے والوں میں زیادہ تعداد خواتین کی ہی ہوتی ہے۔ خوبصورت لگنا اور سب سے منفرد لباس زیب تن کرنا ہر خاتون کی دُکھتی رگ ہوتی ہے، اور جو کوئی غلطی سے بھی اِس دُکھتی رگ کو چھیڑنے کا مرتکب ہو وہ اُن کی ناپسندیدہ افراد کی فہرست میں آجاتا ہے اور وہ نہ چاہتے ہوئے بھی ہر محفل میں اُس کا خود سے موازنہ کرکے حسد کی آگ کو بڑھاوا دیتی رہتی ہیں، ایسا ہرگز نہیں کہ یہ بیماری صرف خواتین میں پائی جاتی ہے، بلکہ مردوں میں بھی یہ بیماری کثرت سے پائی جاتی ہے، وہ اپنے ہی طبقے کے، ایک ہی تعلمی اداروں میں پڑھے ہوئے رشتہ دار یا کسی دوست کو کسی اچھے ادارے میں ملازمت کرتے ہوئے دیکھتے ہیں تو دل ہی دل میں جلن میں مبتلا ہوجاتے ہیں، اور جب پاس جانے اور بات کرنے پر عہدے کے بڑے ہونے کا علم ہوتا ہے تو یہ جلن حسد میں تبدیل ہوجاتی ہے۔ وہ سوچتے ہیں کہ یہ تو میری ہی طرح کی ہی ڈگری لے کر پاس ہوا تھا اور اکثر مضامین میں تو مجھ سے بھی کم نمبر لے کر پاس ہوا تھا تو یہ کیسے اتنے اچھے عہدے پر فائز ہوسکتا ہے؟ ضرور کوئی سفارش یا کسی بڑے عہدے پر بیٹھے ہوئے بااثر شخص کا ہاتھ اِس کے پیچھے ہوگا ورنہ یہ اور اتنی ترقی کرلے، یہ نہ ممکن ہے۔

اِن سب عوامل کے باوجود اِس بیچارے نے بھلے کتنی ہی محنت کی ہو، کتنے ہی پاپڑ بیلے ہوں لیکن حاسد افراد کی نظر میں وہ صرف ایک پرچی کی حیثیت اختیار کرجاتا ہے، اور اُس کی کامیابی کو بس کسی بڑے افسر کی نوازشات ہی سمجھا جاتا ہے۔

اِس حسد اور جلن میں مزید اضافہ اُس وقت ہوجاتا ہے جب اُس شخص کے پاس اچھے عہدے کے ساتھ ساتھ زندگی گزارنے کی بہترین سہولیات بھی موجود ہوں تو حاسدوں کو لگتا ہے کہ اُس کی پانچوں انگلیاں گھی میں ہیں۔ اِس طرح کے منفی احساسات میں گھر کر حاسد انسان دوسرے کی خوشی میں خود کو غمگین اور پریشان ہی پاتا ہے جو اسکی سزا بھی ہے، یہی فکر جب وقت کے ساتھ پروان چڑھتی ہیں تو حسد کی جگہ نفرت بڑی آسانی سے لے لیتی ہے اور پھر حاسد اپنی محرومیوں کی وجہ سے احساس کمتری میں مبتلا ہوکر کسی اپنے کا ہی بُرا سوچنے پر مجبور ہوجاتا ہے۔ اُس کی اچھی باتوں میں بھی برائی کا پہلو اپنے آپ تلاش کرلیتا ہے اور اُس کی کسی بھی کامیابی پر خوش ہونے کے بجائے دل ہی دل میں اُس کی کامیابی کو ناکامی میں بدلنے کی بدعائیں کرنے لگتا ہے۔ بقول شاعر

حسد کی آگ ہر انسان کو جلا دیتی ہے☆ ☆ ☆ یہ نفرت کے شعلوں کو اور ہوا دیتی ہے

دفتر میں ترقی مل جانا ہر کسی کا خواب ہوتا ہے لیکن یہ بھی ہر کسی کی قسمت میں نہیں ہوتی۔ اِس میں کچھ اُن ترقی پانے والے افراد کا عمل دخل ہوتا ہے اور کچھ کے ساتھ افسران کی مہربانیاں، وہ مہربانیاں جس کے حصے میں آتی ہیں وہ تو خوب دل بھر کر خوش ہوتا ہی ہے لیکن جسے یہ سب نہیں ملتا اسے ایک عدد حسد کا محکمہ ضرور مل جاتا ہے، اور یہ حسد کبھی کم نہیں ہوتی بلکہ بڑھتی ہی چلی جاتی ہے جس میں وہ دوسروں کی خوشیوں کو جلانے کا حامی بن جاتا ہے۔ اس حسد میں آکر وہ اُس کامیاب شخص کے کام میں بگاڑ پیدا کرنے سے بھی نہیں چوکتا، اور جب جہاں موقع ملتا ہے اُسے نیچا دکھانے کی کوشش کرتا ہے، اچھی نوکری، اچھا گھر اور بہترین سہولیات کس انسان کو پسند نہیں ہوتیں اور آج کل تو بعض لوگوں کی یہ خواہش ہوتی ہے کہ کچھ بھی کرکے وہ اپنی ان خواہشات کو حاصل کرلیں، اور جب وہ کسی طرح کے حسد میں مبتلا ہوجائیں تو سوچ کا عالم یہ ہوتا ہے کہ چاہے کوئی شارٹ کٹ ہی کیوں نہ اپنانا پڑے لیکن اگلے سال تک اس سے بڑی گاڑی، اس سے اچھا بنگلہ میرا ہوگا۔ یقین کیجئے کوئی بھی شارٹ کٹ اپنا کر آپ وہ کامیابی پا تو لیں گے لیکن ایسی کامیابی پر نہ آپ مطمئن ہوں گے اور نہ آپ کا ضمیر، اکثر یہ بھی مشاہدہ میں آیا ہے کہ ایک ہی خبر بہت سے لوگوں کے لئے مختلف طرح کی اہمیت رکھتی ہے۔ آج کل تو حسد کا حال یہ ہے کہ چھوٹی چھوٹی باتوں پر بھی بندے کو اپنی لپیٹ میں لے لیتی ہے۔ جیسے کہ اس کا موبائل میرے موبائل سے اچھا کیسے ہے؟ اس نے وہ کام مجھ سے اچھا کیسے کرلیا؟ کسی دوسرے کا بچہ کسی نصابی یا غیر نصابی سرگرمی میں کامیابی حاصل کرلے تو اس پر بھی حسد، کسی کے سامنے کسی اور کی تعریف ہو تو اس پر حسد، اپنے من پسند انسان کو کسی اور سے مخاطب دیکھ کر اس فرد سے حسد، غرض کہ حسد کا زہر ایک حاسد شخص کبھی کم اور کبھی زیادہ پیتا ہی رہتا ہے۔

جلانے کے لئے ہستی کو اپنی ☆ ☆ ☆ حسد کی ایک چنگاری بہت ہے

حاسد کی خواہش تو دوسرے اور اس کی خوشی کو ختم کرنے کی ہوتی ہے لیکن وہ نامعلوم انداز میں اپنے آپ کو ہی ختم کررہا ہوتا ہے، اور یہی اُس کی سب سے بڑی بے خبری ہوتی ہے۔

تحریک آزادی میں مسلمانوں کا کردار

مولانا عبدالقیوم قاسمی

آج پورے ہندوستان کی فضا زہر آلود ہوچکی ہے، ہمارا رشتہ خود اپنی تاریخ اور اپنے شاندار ماضی سے کٹ چکا ہے، وقت کی ستم ظریفی کہئے یا ہماری لاپروائی، کہ ہم اپنے کو دوسرے کی نگاہوں سے دیکھنے اور دوسرے کے بتائے ہوئے معیارات سے جانچنے لگے ہیں، ہماری نئی نسل اپنے اسلاف کے شاندار ماضی سے واقف نہیں، جس کی وجہ کر ستم ظریفوں نے ہم کو اپنے ماضی سے کاٹنے کیلئے حقائق پر سیاہی کے دبیز چادر ڈال دی۔ ضرورت ہے کہ ہم تاریخ کے حقائق کو نئی نسل کے سامنے لائیں ورنہ ہماری مثال اس قوم کی سی ہوجائیگی۔

مٹادی ہم نے جو اسلاف سے میراث پائی تھی ☆ ثریا سے زمیں پر آسماں نے ہم کو دے مارا

حقیقت بھی یہی ہے کہ جس قوم نے اپنی شاندار ماضی اور اپنے اسلاف کی میراث کو کھو دیا وہ دنیا میں مردہ لاشے کی طرح بن گئی۔ یہاں حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندویؒ کے خطبۂ صدارت کے کچھ اقتباسات کا تذکرہ فائدے سے خالی نہیں ہوگا، جسے انہوں نے ہندوستان میں مسلمانوں کے شاندار ماضی کا جائزہ لیتے ہوئے دینی تعلیمی کانفرنس منعقدہ ''بستی'' میں بڑے درد کے ساتھ عرض کیا تھا۔ ہم کس جرم میں اپنی انسانی عظمت، روحانی بلندی اور علمی پیشوائی کے اس درخشاں ورق کو ہندوستان کی قومی تاریخ سے خارج کرتے ہیں اور اس قصور میں اپنے نوجوانون کو ان کے کارناموں کی واقفیت سے محروم کرتے ہیں۔ آج ہندوستان میں اس دور کو نظر انداز کرنے یا اسکو حقیر دکھانے کا عمومی رجحان پایا جاتا ہے۔ آج کہیں ہماری جدید تاریخوں میں اور ہمارے نصاب تعلیم کی کتابوں میں اس کا شایان شان تذکرہ اور اس کی بلند و منفرد شخصیتوں کا تعارف نہیں ملتا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ہماری حب الوطنی اور ہمارے نیشنلزم میں ابھی بہت کمی اور خامی ہے۔ ہم سچے محبّ وطن اور ملک دوست اس وقت تک نہیں ہوسکتے جب تک اس ملک کی ساری اچھی حسین اور مفید چیزوں پر فخر کرنا، ان کی حفاظت کرنا، اور ان کو زندہ رکھنا اپنا فرض نہ سمجھیں۔ ہندوستانی کنبہ کی ان شخصیتوں کو کیوں خارج کیا جائے، جن کا خمیر اسی سرزمین سے اٹھا اور جنہوں نے اپنی ساری صلاحیتیں اس ملک کو ذرخیز بنانے میں صرف کیں، اور اسی سرزمین میں آسودہ خاک ہیں، اور جن کی ہمت وبصیرت سے ہم اپنی زندگی کا چراغ جلا سکتے ہیں، اور اس کی لو بڑھا سکتے ہیں، اور دنیا کی بزم کمال میں اونچی جگہ پاسکتے ہیں، کسی محبّ وطن شاعر نے کہا تھا:

خار وطن از سنبل و ریحان خوشتر ☆ حب وطن رز ملک سلیمان خوشتر

لیکن یہاں تو پھولوں کے ساتھ کانٹوں کا معاملہ کیا جارہا ہے، اپنے ہاتھوں سے اپنی تاریخ کے اوراق چاق کئے جارہے ہیں، یا ان پر سیاہی پھیری جارہی ہے، اور اس طرح ہندوستان کی تاریخ میں ایک ایسا خلا پیدا کیا جارہا ہے جو صدیوں کو محیط ہے۔ ہمارا فرض ہے کہ ہندوستان کے اس دور کو نمایاں اور ان کارناموں کو اجاگر کریں۔ ہم ہندوستان کی تاریخ کی ترتیب اور تدوین میں حصہ لیں۔ ہم مطالبہ کریں کہ جدید تعلیم ونصاب میں عہد قدیم کی ماضی شخصیتوں کے ساتھ ازمنہ وسطی کی ان تاریخی شخصیتوں کو بھی جگہ دی جائے جو ہندوستان کیلئے قابل فخر اور نوجوانوں کیلئے قابل تقلید ہیں، اور جن سے ناواقف ایک بڑا نقص اور محرومی کی بات ہے۔ (از خطبہ صدارت دینی تعلیمی کانفرنس منعقدہ ۳؍۳؍۱۹۵۹)

ان حالات میں ہمارا فرض بنتا ہے کہ برادران وطن اور اپنی نئی نسل کو بتادیں کہ ہندوستان جو آج اشک آسماں بنی ہوئی ہے اور آزادی کے شادیان بجارہی ہے، اس کے پیچھے ان پاکباز ہستیوں کی قربانیاں ہیں جنہوں نے شجرہ آزادی کو اپنے خون جگر سے سینچا اور اس کی حنابندی کی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ اگر مسلمانوں نے جنگ آزادی میں حصہ نہ لیا ہوتا اور انگریزوں کے پنجہ استبداد سے خلاصی دلانے کیلئے میدان عمل میں نہ آگے ہوتے، تو ہندوستان کو آزادی کی صبح نصیب نہ ہوتی۔ خصوصاً مدارس کے فارغ التحصیل علماء کرام اور اس کے سپوتوں نے تو ہندوستان میں انگریزوں کیلئے جینا حرام کردیا تھا۔ لیکن 1857ء کی جنگ میں ناکامی کے بعد جو انگریزوں کے مظالم شروع ہوئے ان کو دیکھ کر عوام وخواص ایسے مرعوب ہوتے کہ یہ تصور ہی ذہن سے نکل گیا کہ انگریز کا مقابلہ کرنا چاہئے۔ صرف دلی کو فتح کرنے کیلئے انگریزوں نے نہایت بے دردی کے ساتھ ہزاروں جانباز کو تہ تیغ کیا اور پورے دہلی کو لوٹ مار کی کھنڈر میں تبدیل کردیا۔ پھر قبضہ کی تکمیل کے بعد بقول مصنف قیصر التواریخ 27 ہزار افراد کو پھانسی پر لٹکا دیا، مولانا اسیر ادروی نے انگریزی مصنف ریڈورڈ اٹامن کی کتاب تصویر کا دوسرا رخ کے حوالہ سے لکھا ہے کہ چاندنی چوک ہی نہیں بلکہ شہر کے ہر چوڑاہے پر سولیاں نصب کردی گئیں، جو بھی معزز مسلمان انگریزوں کے ہاتھ چڑھ گیا اسے ہاتھی پر بٹھایا، درخت کے نیچے لے گئے پھندا، اس کی گردن میں ڈال کر ہاتھی کو آگے بڑھا دیا، لاش پھندے میں جھول گئی، آنکھیں ابل پڑی، زبان منہ سے باہر نکل پڑی، ذبح کئے ہوئے مرغ کی طرف جانکنی کا وہ ہیبت ناک منظر کہ الامان الحفیظ

ایک انگریز عورت نے اپنی ڈائری میں لکھا ہے: کہ بسا اوقات ان پھانسیوں پر لٹک جانے والوں کی لاشیں انگریزی ہندسہ 8 کا بن جاتی تھی۔ (تحریک آزادی اور مسلمان: ۳۳) اور کبھی یہ وحشت ناک طریقہ اختیار کیا جاتا، کہ کسی معزز مسلمان کو توپ کے دہانے پر رسیوں سے باندھ کر توپ داغ دی جاتی تھی، جس سے پورے جسم کا گوشت بوٹی بوٹی ہوکر فضا میں اڑ جاتا تھا۔ ایک ہندو مؤرخ میو رام گپت نے لکھا ہے کہ ایک اندازہ کے مطابق 1857ء میں پانچ لاکھ مسلمانوں کو پھانسیاں دی گئی تھیں۔ (مسلمان مجاہدن 240) مسلمان اس حد تک سراسیمہ اور خائف ہوگئے کہ بقول سید محمد میاں دیوبندیؒ کانگریسی وزارتوں کے قیام سے پیشتر تک قومی اداروں کے دستور اساسی میں بسم اللہ کے بعد پہلا جملہ یہ ہوتا تھا کہ اس ادارہ کا تعلق سیاست سے قطعاً نہ ہوگا۔ (تحریک آزادی ہند میں مسلم علماء وعوام کا کردار: 67) عملی طور پر اسلام اور مسلمانوں کی بقا کیلئے علماء ہر ممکن جدوجہد کرتے رہے، جس کا نتیجہ آگے چل کر تحریک شیخ الہند کی صورت میں ظاہر ہوا۔ شیخ الہند کے دل میں کتنی تڑپ تھی کہ مشہور انگریز گورنر مسٹر مسٹن کہا کرتا تھا کہ شیخ الہند کو اگر جلا کر راکھ کردیا جائے تو اس انسان کی راکھ سے بھی انگریز کی عداوت اور دشمنی کی بو آئے گی، اس شخص کے اندر جنگ آزادی اور ملک کی آزادی کی کیسی تڑپ ہے، اس کا اندازہ مسٹن کے اس قول سے ہوتا ہے، انہوں نے اپنی ساری زندگی جہاد آزادی وطن پر لگادی، اور ایک ایسی جماعت کو پیدا کیا جس نے اپنی زندگی کا نصب العین ہی ملک کی آزادی بنائی، اور جب تک آزادی کی صبح نصیب نہ ہوئی ایک لمحہ بھی سکون سے نہ رہے۔ ان سرفروشوں میں کن کن کا تذکرہ کیا جائے، اتنی لمبی فہرست ہے کہ صفحات سیاہ کرنے پڑیں گے۔ حقیقت یہ ہے کہ جہاد آزادی وطن میں ہمارے اسلاف نے وہ نمایاں کارنامہ انجام دیا ہے جس کی نظیر ملنی مشکل ہے۔ پھر اگر ہم ہی ان کو فراموش کردیں اور تاریخ کے صفحات سے محو کردیں تو دوسرا کون اجاگر کرے گا جیسا کہ کلیم عاجز صاحب فرماتے ہیں:

گرا دی اپنی قیمت ہم نے اپنی ہی نگاہوں میں ☆ برا ہم خود ہی سمجھیں گے تو اچھا کون سمجھے گا

Scanned with CamScanner

اچھے اور بُرے ہم نشیں

محمد احمد اللہ پھولپوری

اس دنیا میں انسان لوگوں کے ساتھ مل جل کر زندگی گزارتا ہے ان سے میل جول رکھتا ہے ان کی ہم نشینی اختیار کرتا ہے ان سے محبت کرتا ہے اور لوگ بھی اس سے محبت کرتے ہیں انھیں میں سے کچھ کو وہ دوست بھی بناتا ہے امتداد زمانہ کے ساتھ دوستی بھی مضبوط سے مضبوط تر ہو جاتی ہے

اس صحبت و تعلق کے بہت سے اسباب ہیں جو انسان کے ایک دوسرے سے تعلق و ہم نشینی اختیار کرنے کا ذریعہ بنتے ہیں کچھ لوگوں کے تعلق کا سبب مال ہوتا ہے کہ صاحب مال سے تجارتی معاملات یعنی خرید وفروخت ہوتے رہتے ہیں جس کی وجہ سے ان کے درمیان تعلق و دوستی ہو جاتی ہے، پھر وہ باہم ایک ساتھ مل جل کر اٹھتے بیٹھتے ہیں، اسی طرح صنعت وحرفت اور دیگر کاروبار والے آپس میں اٹھتے بیٹھتے رہتے ہیں، قرابت، پڑوسی، درس وتدریس، اسفار اور بہت سی دوسری چیزیں انسان کے آپس کے تعلقات اور دوستی و ہم نشینی کا سبب بنا کرتی ہیں، پھر انسان اپنے انھیں اہل تعلق اور میل جول رکھنے والوں میں سے کسی کو اپنا خاص دوست ومحبّ بنالیتا ہے جس کے ساتھ دوسروں کی بہ نسبت زیادہ اٹھنا بیٹھنا ہوتا ہے اس سے محبت کرتا ہے اسکی باتوں کو غور سے سنتا ہے اور کبھی اس کو اپنی زندگی کے لئے اسوہ ونمونہ قرار دے کر اس کی روش کو اختیار کرتا ہے اور اسکے طور وطریقہ پر چلتا ہے یہ ایک ایسی اہم چیز ہے جو انسان کے فکر عقیدے اور اس کی زندگی کے عملی میدان کو رخ دینے میں اہم رول ادا کرتی ہے۔ چنانچہ اس اہمیت کے پیش نظر حضور اللہ نے ہم نشینی کی قسمیں بطور مثال بیان فرمائیں تاکہ صالح ہم نشیں کے اختیار کرنے کی صحیح اور واضح رہنمائی مل جائے اور برے ہم نشیں سے اجتناب کیا جا سکے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ''انما مثل الجليس الصالح والجليس السوء كحامل المسک ونافخ الكير فحامل المسک إما أن يحذيک واما ان تبتاع منه وإما أن تجد منه ريحا طيبة ونافخ الكير إما أن يحرق ثيابک وإما أن تجد ريحا خبيثة '' (رواہ مسلم کتاب البر والصلۃ والآداب) نیک وبد ہم نشیں کی مثال اسی طرح ہے جیسے مشک والا اور بھٹی پھونکنے والا، پس مشک والا یا تو تجھے مشک کا تحفہ دے دیگا یا تو اسی سے مشک خریدے گا، یا پھر کم ازکم اس کے پاس بیٹھنے سے تجھے عمدہ خوشبو تو سونگھنے کو ملے گی ہی اور بھٹی پھونکنے والا یا تو تیرے کپڑوں کو جلا دے گا اور یا (کم ازکم) اس (کے پاس بیٹھنے) سے تجھے بدبو سونگھنا پڑے گی۔

صالح انسان وہی شخص ہوسکتا ہے جو اللہ تعالی کے حقوق کی ادائیگی کرتا ہو، اس کی اطاعت وعبادت میں لگار رہتا ہو اور کتاب وسنت کا عملی نمونہ پیش کرتا ہو، ایسا انسان سراپا خیر اور اپنے متعلقین کے حق میں مفید ونافع ہوتا ہے، ایسے شخص کی ہم نشینی سے اللہ تعالی نفع پہونچاتا ہے یا تو ہم نشینی اختیار کرنے والا دین کا علم اور اسکی سمجھ حاصل کرتا ہے یا زندگی کے امور میں سے کسی امر میں اپنی حسب خواہش مدد پاتا ہے وہ بہر حال اس کے پاس اپنے سوال کا جواب اور معاملہ کا حل پالیتا ہے۔ ایسے صالح ہم نشیں کی مثال عطار کی سی ہے جس کے پاس ہر طرح کی اچھی خوشبو ہو، کہ طبع سلیم خوشبوؤں کی دلدادہ ہوا کرتی ہے، پس انسان ایسے عطار سے جس قدر قریب ہوگا اسی قدر اچھی خوشبو سے لطف اندوز ہوگا اور بعض اوقات اس سے خرید لے گا بھی، یا وہ اس کو تحفہ دیا اگر بالغرض نہ خریدے اور نہ ہی وہ ہدیہ دے تب بھی وہ خسارہ میں نہیں بلکہ نفع ہی نفع میں رہے گا اسی طرح کی ایک مثال ایک صاحب دل نے ایک مجلس میں بیان فرمائی کہ جیسے پنکھا چلتا ہے ایک شخص کے لئے لیکن جو بھی شخص اس کے قریب ہوگا اس کو بھی اسکا فائدہ حاصل ہوتا ہے اسی طرح سے جو لوگ اللہ والوں کے پاس رہتے ہیں ان کو بھی اللہ تعالیٰ کے قرب کی لذت حاصل ہوتی ہے، کیونکہ ان حضرات کو اللہ تعالی سے خاص تعلق ہوتا ہے۔ اس طرح کے لوگوں سے انسان جتنا ہی قریب ہوگا اور جس قدر زیادہ ہم نشینی اختیار کرے گا اتنا ہی نفع اور فائدہ میں رہے گا اس لئے کہ جو چیز اس کے پاس ہے اس میں شرک کا شائبہ تک نہیں بلکہ وہ سراپا خیر ہی خیر ہے اس کی گفتگو بھی خیر اس کا عمل بھی خیر، پس ایسے شخص کی صحبت سے شرک کا تو کوئی امکان نہیں، خیر ہی خیر حاصل ہوگا اور صحبت اختیار کرنے والا بہر حال خوش قسمت و نیک بخت ہی ہوگا، بُرا ہم نشیں وہ شخص ہے جس کا دل ایمان اور نور رحمان سے خالی ہو وہ اس دنیا میں اندھا ہے نہ تو حقیقی بصارت کا مالک ہے اور نہ ہی بصیرت کا، تو وہ کیسے دوسرے کی رہنمائی کر سکتا ہے؟ وہ اپنے آپ ہی کو حقیقی نفع پہونچانے کی صلاحیت نہیں رکھتا تو دوسروں کو کیا نفع پہونچا سکتا ہے؟ یہ شخص حق کی اتباع اور اللہ رحمٰن ورحیم کے بتائے ہوئے طریقے کی پیروی سے کوتاہی کرتا رہا پس اس کے پاس سوائے شر کے اور کچھ بھی نہیں ہے اس کی باتیں بھی شر اور اسکا عمل وفعل بھی شر، ایسے شخص کی ہم نشینی سے سوائے نقصان کے اور کچھ حاصل نہیں یا تو اس کو ایسے لوگوں کے غلط افکار وخیالات سے نقصان پہونچے گا جو سراسر ضلالت وگمراہی، فساد وبگاڑ اور دوسرے گمراہ لوگوں کی خواہشات پر مبنی ہوتے ہیں جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: **كل حزب بما لديهم فرحون** (الروم:۳۲) ہر گروہ نازاں ہے اس (طریق) پر جو اسکے پاس ہے۔ یا پھر وہ اپنی تیز طرار زبان سے غیبت، چغلی، جھوٹ و بہتان کے ذریعہ نقصان دہ ثابت ہوتا ہے، اس طرح اسکی صحبت میں رہنے والا اس کے غیر نافع وغیر صحیح بلکہ نقصان دہ عادات واطوار سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا، مثلاً بخل، استہزا لوگوں کی عزت وآبرو سے کھیلنا بے فائدہ وقت ضائع کرنا اور دوسروں کے حقوق برباد کرنا وغیرہ۔

چنانچہ ایسے لوگ جن کے پاس کثرت سے ہنسی، لغو وجھوٹ باتیں، افترا پردازی، زمین میں فساد وبگاڑ، دین حق ماننے والوں سے جنگ وجدل اور اللہ تعالیٰ کے راستہ سے روکنے کی سازشوں کے سوا کچھ نہیں ہے، ان کی مثال اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے لوہار سے دی ہے جو اپنے پاس بیٹھنے والوں کو گندی بو اور دھویں سے تکلیف پہونچاتا رہتا ہے اور بعض وقت تو اس کی بھٹی سے اڑنے والی چنگاری کپڑے پر پڑتی ہے اور اسکو جلا دیتی ہے، نیک لوگوں کی ہم نشینی اور برے لوگوں کی ہم نشینی میں بڑا اور واضح فرق ہے، جو لوگ آخرت کو نظر انداز کر کے صرف دنیاوی جذبات، ٹیپ ٹاپ اور آرائش وزیبائش کی بنیاد پر دوستی رچاتے بسائے ہیں وہ قیامت کے دن باہم سخت نزاع واختلاف اور عداوت ودشمنی کے شکار ہوں گے لیکن اہل تقوی وصالحین وہاں بھی باہم محبت والفت کے جذبات سے لبریز ہوں گے، ارشاد باری تعالی ہے'' **الأخلاء يومئذ بعضهم لبعض عدو الا المتقين** '' (الزخرف:٦٧) اس روز (دنیا کے) جگری دوست ایک دوسرے کے دشمن ہوں گے مگر ہاں متقین (نہیں)

دنیا کی ہر وہ دوستی وہم نشینی جس کی بنیاد اللہ کی محبت ورضا اور اللہ تعالی کو خوش کرنے والی چیزیں نہ ہوں وہ دوستی قیامت کے دن ان دوستی کرنے والوں کے مابین عداوت اور ایک دوسرے پر لعن طعن کرنے میں بدل جائے گی لیکن نیکوکار اور اللہ کیلئے دوستی کرنے والے آخرت میں خوش قسمت رہیں گے، اللہ تعالی ان کی محبت ومودت میں دنیا سے زیادہ اضافہ فرمادے گا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیان فرمائی ہوئی اس مثال کے واضح ہو جانے کے بعد ہر ہوش مند وذی شعور انسان کو چاہئے کہ وہ یار، دوست اور ہم نشیں کو چن کر اختیار کرے اسکا ہم نشیں نیک لوگوں میں سے ہونا چاہئے جو صحیح اور دنیا وآخرت کے لئے نفع بخش علم سے اپنے ساتھ رہنے کو جلا بخشار رہتا ہو اور اچھے اور بہتر اخلاق سے آراستہ ہو، تاکہ جب وہ اس سے مدد طلب کرے تو خیر پر اسکا مددگار ثابت ہو اور جب وہ اس کے ساتھ چلے تو وہ خیر وصلاح کے راستہ پر لے جائے اور جب اس سے سوال کرے تو اس کا جواب نفع بخش ہو، پس بہترین ہم نشیں صالح ونیک ہم نشیں ہے۔

اخلاق انسانیت کا جوہر ہے

حبیبہ جوہر

انسان کی زندگی میں ایک قانون ایسا قابل لحاظ ہے، اگر آپ اس پر کاربند ہو جائیں، تو ایک دن دنیا گرویدہ ہو جائے گی، قانون یہ ہے کہ لوگوں سے اچھا برتاؤ کرو، ان کے ساتھ محبت اور عزت سے پیش آؤ، اور اپنا دل دوسروں کے لئے ہمیشہ نرم رکھو، اسی کا نام اخلاق ہے، دنیا کے سب سے بڑے انسان یعنی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی خوش اخلاقی کی بہت تعریف کی ہے، فرماتے ہیں: کہ اعمال کے ترازو میں خوش اخلاقی سے زیادہ بھاری کوئی چیز نہیں، اور دوسری جگہ فرمایا: تم میں سب سے اچھے وہ ہیں، جن کے اخلاق سب سے اچھے ہوں، واقعہ یہ ہے کہ اچھے اخلاق سے آدمی شائستہ اور مہذب کہلانے لگتا ہے، بالکل جیسے سورج نکلتا ہے، تو چاروں طرف روشنی پھیل جاتی ہے، اور ریگستان میں ذرا سا آب شیریں بھی موجب برکت ہوتا ہے، اسی طرح اخلاق کا بھی حال ہے، آدمی کسی سے محبت کی بات کرتا ہے، پڑوسیوں کے دکھ درد میں شریک ہوتا ہے، لوگوں سے اخلاق سے پیش آتا ہے، تو وہ مثل آفتاب چمکنے لگتا ہے، ہر کوئی اس کے گن گاتا ہے، اور شاذ ونادر ہی ایسے آدمی کو کسی کام میں ناکامیابی کا منہ دیکھنا پڑے۔

بات یہ ہے کہ ہر آن محبت کا بھوکا اور اچھے سلوک کا خواہش مند ہے، جب بھی کسی سے ایسا برتاؤ کیا جاتا ہے، تو اس کے دل میں جگہ ہو جاتی ہے، وہ اس کی قدر کرنے لگتا ہے، اور ہمیشہ کے لئے اس کا ہو کر رہتا ہے حتی کہ اپنے دشمنوں کے دل جیتنے کے لئے بھی یہ نسخہ تیر بہ ہدف ہے۔ ہمارے اس مقولہ پر شاید آپ کو یقین نہ آئے لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت سے اس کی تصدیق ہوتی ہے، آپ کو معلوم ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کلمہ حق بلند کیا، تو سب دشمن ہو گئے، برا بھلا کہنا، آوازیں کسنا اور راستے میں کانٹے بچھانا روزانہ کا معمول ہو گیا لیکن حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا اخلاق ملاحظہ ہو کہ ذرا بھی برا نہیں مانتے، غصہ نہیں ہوتے، الٹ کر جواب نہیں دیتے، بلکہ اور محبت وشفقت سے پیش آتے ہیں، کوئی بیمار ہو جاتے تو مزاج پرسی کرتے ہیں، عیادت کو جاتے ہیں۔ مکہ میں جب آپ تھے، تو مستقل ایک گھر سے آپ پر کوڑا پھینکا جاتا تھا، جب آپ گلی سے گزرتے تو کوڑے کرکٹ کی بوچھار ہوتی، ایک دن اس دستور میں فرق آ گیا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فوراً مزاج پرسی فرمائی۔ ایک یہودی کا قصہ ہے: کہ ایک مرتبہ وہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا مہمان ہوا، گھر میں جتنا کھانا تھا، وہ اس نیت سے سب کا سب کھالیا، تاکہ گھر والے بھوکے رہیں، رات کو اس کو بدہضمی ہو گئی، اس نے کوٹھری میں ہی رفع حاجت کی اور شرارت سے بستر بھی گندہ کر دیا، پھر صبح سویرے اٹھ کر اس خوف سے روانہ ہو گیا کہ کہیں کوئی اس شرارت کو دیکھ نہ لے، جلدی میں وہ اپنی بیش قیمت تلوار وہیں بھول گیا، راہ میں یاد آئی تو واپس ہوا، کیا دیکھتا ہے کہ اس غلاظت کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے دست مبارک سے صاف کر رہے ہیں، جب آپ نے اسے دیکھا تو کچھ نہ کہا، بلکہ محبت سے اس کا حال پوچھا اور تلوار نکال کر دی، حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ اخلاق دیکھ کر وہ مسلمان ہو گیا۔

ایک یہودی شخص کا قصہ ہے: آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر اس کا کچھ قرض تھا، اس نے آپ کی خدمت میں آ کر سختی سے تقاضہ کیا، حالاں کہ جو وعدہ کا دن تھا، وہ ابھی نہیں آیا تھا، وہ جوں جوں سختی کرتا تھا، آپ نرمی سے جواب دے رہے تھے، یہودی کی سختی کو دیکھ کر حضرت عمرؓ کو غصہ آ گیا، لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں سمجھایا کہ تمہیں چاہئے تھا کہ مجھ سے قرض ادا کرنے کے لئے کہتے اور اسے محبت سے سمجھاتے کہ نرمی اختیار کرے، جھڑکنا اور غصہ نہیں ہونا چاہئے تھا، جاؤ اب اس کا قرض ادا کرو، ان الفاظ نے جادو کا کام کیا، اور یہودی آپ کی نرم دلی دیکھ کر مسلمان ہو گیا۔ دراصل آپ زمین کے ٹکڑوں کے بجائے روحوں کو جیتنا اور دلوں کو مسخر کرنا چاہتے تھے، آپ کا اصل معرکہ لوگوں کی زندگی میں اخلاقی انقلاب لانا تھا، چنانچہ اس روش سے حریف بازی ہارتے چلے گئے، اور آپ کا دشمن بھی آپکے پاکیزہ اخلاق کی وجہ سے آپ کی محبت کا دم بھرنے لگے۔ اب آخر میں اللہ تبارک وتعالیٰ سے ہماری خصوصی دعا ہے کہ وہ ہم کو اور پوری امت محمدیہ کو اچھے اخلاق کی صفت عطا کرے۔ آمین۔

Scanned with CamScanner

کسب حلال کے اثرات و برکات

مفتی عنایت اللہ کھریاسنی

قرآن وحدیث میں کمائی کے بارے میں بڑی تاکید سے یہ ہدایت دی گئی ہے کہ مسلمانوں کی کمائی حلال و پاکیزہ ہو، حرام اور گندی نہ ہو، اور یہ ہدایت بڑی اہمیت کی حامل ہے، اس لئے کہ اسی پر انسان کے اعمال کے بننے اور بگڑنے کا مدار ہے ایک حدیث پاک میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں'' اَلْمَعْدَةُ حَوْضُ الْبَدَنِ، وَالْعُرُوقُ إِلَيْهَا وَارِدَةٌ، فَإِذَا صَحَّتِ الْمَعْدَةُ، صَدَرَتِ الْعُرُوقُ بِالصِّحَّةِ، وَإِذَا فَسَدَتْ، صَدَرَتِ الْعُرُوقُ بِالسُّقْمِ ''مشکوۃ شریف-ص-390) معدہ بدن کے لئے مانند حوض کے ہے، اور بدن کی تمام رگیں معدہ تک پہونچتی ہیں، جب معدہ صحیح ہوتا ہے تو رگیں صحت کو لے کر لوٹتی ہیں اور جب معدہ فاسد و خراب ہوتا ہے تو رگیں بیماری اور فساد کو لے کر لوٹتی ہیں۔

اس حدیث پاک کا ایک مطلب یہ ہے کہ اللہ کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم ایک حسی مثال دے کر یہ بات سمجھانا چاہتے ہیں کہ جس طرح کسی حوض و ٹنکی میں گندہ اور ناپاک پانی ہو تو اس سے جہاں جہاں بھی پانی پہونچے گا، سب جگہ گندہ ہی پہونچے گا، اس لئے کہ سب کا تعلق اسی ٹنکی سے ہے، اور اگر ٹنکی میں صاف ستھرا اور پاکیزہ پانی ہے تو سب جگہ صاف اور پاکیزہ پانی پہونچے گا، اسی طرح انسان کے معدہ کا حال ہے کہ وہ بدن کے ہر عضو تک پہونچنے والی رگوں اور نالیوں کے لئے مثل حوض کے ہے، کہ اگر معدہ (پیٹ) میں حلال اور پاکیزہ غذا پہونچے گی تو تمام اعضاء سے اچھے افعال کا صدور ہوگا، اور اس کے اقوال اور اخلاق و آداب شریعت کے مطابق ہوں گے، اور اگر پیٹ میں حرام اور گندی غذا ڈالی جائیگی تو پھر ہر عضو سے گندے اور برے افعال کا صدور ہوگا، اور حرام غذا سے اچھے اخلاق و آداب و اقوال کا صدور ناممکن ہوگا۔ حضرت سہل تستری کا ارشاد ہے کہ جو شخص حرام غذا کھاتا ہے اس کے اعضاء اللہ تعالی کی نافرمانی کرتے ہیں، خواہ وہ چاہے یا نہ چاہے، خواہ اسے علم ہو یا نہ ہو، اور جو شخص حلال غذا کھاتا ہے اس کے اعضاء باری تعالیٰ کی اطاعت کرتے ہیں، اور انہیں خیر کی توفیق عطا کی جاتی ہے (احیاء العلوم -ص 232) معلوم ہوا جس شخص کی کمائی اور غذا حلال اور پاکیزہ ہوتی ہے اس کے اعضاء سے اچھے اعمال ہی کا صدور ہوتا ہے، دل میں نورانیت، رقت و نرمی پیدا ہوتی ہے، قرآن وحدیث کی باتیں سن کر قلب میں جذبہ عمل زندہ ہوتا ہے، اس کے دل و دماغ گندے خیالات و وساوس سے محفوظ رہتے ہیں، اس کا مال اچھے مصرف اور دینی کاموں میں خرچ ہوتا ہے، اس کی اولاد بھی نیک، دیندار متقی پرہیز گار اور فرمانبردار ہوتی ہے۔ حلال غذا کھانے سے اللہ تعالی گناہوں سے مغفرت فرما دیتے ہیں، ایک بزرگ فرماتے ہیں کہ جب آدمی حلال غذا کا پہلا لقمہ کھاتا ہے تو اس کے پچھلے سارے گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں، اور جو شخص حلال رزق کمانے کے لئے اپنے آپ کو محنت کرتا ہے تو اس کے صغیرہ گناہ اس طرح جھڑ جاتے ہیں جس طرح پت جھڑ کے موسم میں درخت سے پتے گر جاتے ہیں (احیاء العلوم -ص 232) حلال غذا سے آدمی مستجاب الدعوات بنتا ہے: جس شخص کی غذا حلال اور پاکیزہ ہوتی ہے اللہ تعالی اس کو مستجاب الدعوات بناتے ہیں یعنی اس کی ہر دعاء کو اللہ تعالی قبول فرماتے ہیں، چنانچہ حضرت ابن عباسؓ روایت فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے یہ آیت تلاوت کی گئی یَا أَيُّهَا النَّاسُ ... الآیۃ'' اے لوگو! زمین سے حلال اور پاکیزہ چیزیں کھاؤ، (یہ سن کر) حضرت سعد بن ابی وقاص کھڑے ہو گئے اور عرض کیا، یا رسول اللہ! میرے لئے دعاء کیجئے کہ اللہ تعالی مجھے مستجاب الدعاء (جس کی دعائیں قبول ہوں) بنا دیں، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم اپنا کھانا پاکیزہ و حلال بنالو تو مستجاب الدعاء ہو جاؤ گے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں محمد کی جان ہے کہ جو بندہ حرام مال کا ایک لقمہ اپنے پیٹ میں ڈالتا ہے تو چالیس دن تک اس کا کوئی عمل قبول نہیں ہوتا، اور جس آدمی کا گوشت حرام مال سے پرورش پاتا ہو تو دوزخ کی آگ ہی اس کے لئے زیادہ مناسب ہے۔ (الترغیب والترہیب (2/547) اس حدیث پاک سے معلوم ہوا کہ اگر ہم لوگ چاہتے ہیں کہ ہماری دعاؤں میں تاثیر ہو، ہمارے اعمال مقبول ہوں اور جہنم کی آگ سے حفاظت ہو تو چاہئے کہ ہم اپنی کمائی و غذا حلال و پاکیزہ بنائیں، اور حرام کمائی سے بچیں۔ تنبیہ الغافلین میں مذکور ہے کہ روزآنہ اسمان سے پانچ فرشتے نازل ہوتے ہیں، پہلا فرشتہ مکہ میں نازل ہوتا ہے اور یہ اعلان کرتا ہے کہ'' جو شخص اللہ کے فرائض چھوڑے گا وہ اللہ تعالی کے رحم و کرم سے محروم رہے گا۔ دوسرا فرشتہ مدینہ طیبہ میں نازل ہوتا ہے، اور یہ اعلان کرتا ہے جو شخص نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتوں کو ترک کرے گا وہ آپ کی شفاعتوں سے محروم رہے گا ...... تیسرا فرشتہ بیت المقدس میں نازل ہوتا ہے اور یہ اعلان کرتا ہے'' جو شخص مال حرام کمائے گا اللہ تعالی اس کی کوئی عبادت قبول نہیں فرمائے گا۔ چوتھا فرشتہ مسلمانوں کے قبرستان میں نازل ہوتا ہے اور یہ اعلان کرتا ہے قبرستان والو! تمہیں کس چیز پر ندامت و شرمندگی ہے، اور کس چیز پر رشک ہو رہا ہے، قبرستان والے کہتے ہیں کہ جو زندگی ضائع ہو گئی اس پر افسوس، ندامت اور شرمندگی ہو رہی ہے، اور رشک اس پر ہو رہا ہے کہ آج دنیا میں مسلمان عبادت، تلاوت کلام پاک، ذکر و اذکار اور مغفرت کی طلب میں لگے ہوئے ہیں اور دوسرے بہت سے نیک اعمال کر رہے ہیں مگر ہم لوگ اس سے محروم ہیں ... پانچواں فرشتہ مسلمانوں کے بازاروں میں نازل ہوتا ہے اور وہ یہ آواز دیتا ہے اے لوگو! ٹھہر جاؤ، ٹھہر جاؤ، اللہ زبردست ہے، اور اس کے مقرر کردہ عذاب بہت ہی خطرناک ہیں، جس شخص کو اللہ کا خوف ہو وہ سچے دل سے توبہ کیا کرے، مگر تمہارا حال یہ ہے کہ تم لوگ نہ جنت میں لے جانے والے اعمال کرتے ہو اور نہ جہنم میں لے جانے والے اعمال سے بچتے ہو تم گناہ ہی کرتے چلے جا رہے ہو، اگر تمہارے اندر نیک لوگ، دودھ پیتے بچے، بے زبان جانور اور سفید ریش بوڑھے نہ ہوتے تو ان گناہوں کی وجہ سے تم پر عذاب نازل کیا جاتا، (تنبیہ الغافلین ص-174) کتنے خوش نصیب ہیں وہ مسلمان جو حلال ہی کھا رہے ہیں، حلال ہی پہن رہے ہیں، اور حلال مکان ہی میں رہائش رکھتے ہیں، ایسے ہی لوگ متقی، پرہیز گار ہیں، اللہ تعالی کے پیارے اور محبوب بندے ہیں، انہیں کے بارے میں ارشاد نبوی ہے کہ ان کی دعائیں دربار خداوندی میں قبول کی جاتی ہیں، ان کی عبادتیں شرف قبولیت سے نوازی جاتی ہیں، ان کے قلوب کے پاک ہونے کی بشارت دی گئی ہے، اور ان کو جنت میں داخل ہونے کی خوشخبری سنائی گئی ہے۔

حرام کمائی کے اثرات: جس شخص کی کمائی ناپاک اور گندی ہوتی ہے اس کے اعضاء سے گندے اور برے اعمال ہی صادر ہوتے ہیں، اچھے اور نیک اعمال کی توفیق چھین لی جاتی ہے، سرکشی اور برے کام کرنے کو جی چاہتا ہے، خدا کے قرب سے محروم ہو جاتا ہے، دل و دماغ میں ظلمت و تاریکی بھر جاتی ہے، گندے خیالات اور گناہوں کی رغبت پیدا ہوتی ہے، اس کی دنیا تباہ ہو جاتی ہے، رزق میں برکت نہیں ہوتی، اولاد نافرمان ہو جاتی ہے، گھر سے سکون ختم ہو جاتا ہے، اخلاق و عادات خراب ہو جاتی ہیں صحت و تندرستی تباہ ہو جاتی ہے، اور ایسا مال غلط مصرف میں خرچ ہوتا ہے۔ مگر افسوس صد افسوس! حرام کمائی کے اس قدر نقصانات کے باوجود ہمارے بہت سے بھائی حرص و ہوس اور حب دنیا کی وجہ سے حلال و حرام کی تمیز کئے بغیر مال جمع کرنے میں اس طرح لگے ہوئے ہیں کہ گویا ان کو مرنا ہی نہیں ہے، خدا کے دربار میں حساب دینے کے لئے حاضر ہونا ہی نہیں ہے، جبکہ موت یقینی ہے، یہ لوگ دنیا میں ہمیشہ رہنے والے نہیں ہیں، ان کی زندگیاں بہت ہی مختصر ہیں، موت کے حملے ہر طرف ہو رہے ہیں۔ معلوم نہیں ان پر کب حملہ ہو جائے، ایسا زمانہ بھی بہت جلد آنے والا ہے کہ یہ زمین و آسمان، چاند سورج اور ستاروں کا یہ خوبصورت نظام تو موجود ہوگا، بہار و خزاں کا سلسلہ بھی جاری رہے گا، مگر نہ یہ لوگ ہوں گے اور نہ ان کا نام و نشان ہوگا۔ انہیں معلوم ہونا چاہئے کہ موت قریب آ رہی ہے، آخرت نزدیک ہو رہی ہے، قبر نزدیک آ رہی ہے، حساب کا وقت بہت قریب آ رہا ہے، ذرے ذرے کا حساب ہوگا'' فَمَنْ يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْراً يَرَه وَمَنْ يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرّاً يَرَه '' سخت اور کٹھن منزلیں آنے والی ہیں، ان کے لئے تیاری کرنی چاہئے، مگر یہ لوگ خواب غفلت میں سوئے ہوئے ہیں، موت سے غافل ہیں، قبر کی سختیوں اور آخرت سے غافل ہیں۔

بڑے نادان ہیں ہمارے وہ بھائی جو سوسائٹی و سماج میں صرف اپنی عزت جتانے اور اپنے کو بڑا مالدار ظاہر کرنے کے لئے حرام طریقوں سے مال بٹورتے چلے جا رہے ہیں، بس انہیں تو مال و زر چاہئے، خواہ وہ کسی بھی طریقے سے آئے، خدا تعالی کے احکام توڑ کر آئے، کسی کا حق دبا کر آئے، چوری ڈاکہ، غصب و لوٹ اور ملاوٹ کر کے آئے، رشوت اور سود لے کر آئے، یتیموں، بیواؤں، بھائی بہنوں کا حق دبا کر آئے، یا افیون، شراب بلکہ عزت و آبرو بیچ کر آئے، بس مال و زر اور روپیہ پیسہ آنا چاہئے، تاکہ ہر سال نئی ماڈل کی گاڑی خریدی جا سکے، اور شاندار بندہ اور کوٹی بنائی جا سکے قسم قسم کے لذیذ کھانوں کا انتظام کیا جا سکے، اور قیمتی سے قیمتی جوڑ ید کران پر فخر ظاہر کیا جا سکے۔ مگر ان لوگوں نے یہ نہیں سوچا کہ ان حرام کمائیوں سے معاشرے میں تو ہماری ناک اونچی ہو جائے گی مگر یہی مال حرام کل میدان محشر میں ہماری ناک کٹنے کا ذریعہ بنے گا، دوزخ میں لے جانے کا سبب بنے گا، اور نیک اعمال کو تباہ و برباد کر دے گا۔ کل میدان محشر قائم ہوگا، خداوند ذوالجلال جس کی طاقت و قوت زبردست اور جس کے مقرر کردہ.

عذاب بڑے خطرناک ہیں، وہ عرش پر مستوی ہوں گے اور پورے میدان میں انسانوں کا ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر ہوگا اور خدا تعالیٰ سوال کریں گے: اے ابن آدم .... ''مِنْ أَيْنَ اكْتَسَبْتَهُ وَفِيمَا أَنْفَقْتَهُ'' مال کہاں سے کمایا اور کہاں لگایا؟ اس وقت کیا جواب دیں گے؟ زبانیں گونگ ہو جائیں گی، آنکھیں پتھرا جائیں گی۔ مارے ندامت کے سر جھک جائیں گے، ہاتھ اور پاؤں تھرا جائیں گے، اور بدن پر کپکپی طاری ہو جائے گی۔ لہذا عقلمند انسان وہ ہے جو اس سخت اور ہر خطر گھائی اور کٹھن موقع آنے سے پہلے پہلے اپنے معاملات کو صاف کر لے، لوگوں کے حقوق ادا کر دے، اپنی کمائی حلال بنا لے اور ناجائز طریقوں سے ذریعہ۔ مال کمانے سے اپنے آپ کو بچا لے اور ایسا ہی مسلمان حقیقی اور اصلی مسلمان ہے۔

حقیقی مسلمان: قرآن کریم اور احادیث مبارکہ سے معلوم ہوتا ہے کہ حقیقی اور اصلی مسلمان وہی ہے جو اپنے معاملات میں، کاروبار میں سچا اور ایمان دار ہو، عہد کا پکا ہو، اور وعدہ کا سچا ہو، یعنی دھوکہ، فریب اور امانت میں خیانت نہ کرتا ہو، کسی کا حق نہ مارتا ہو، ناپ تول میں کمی نہ کرتا ہو، جھوٹے مقدمے نہ لڑتا ہو، اور نہ جھوٹی گواہی دیتا ہو، سود اور رشوت جیسے تمام حرام طریقوں سے، یہاں تک کہ سود کے وہ تمام طریقے جو ہمارے زمانہ میں رائج ہیں۔ بچتا ہو، حقیقت میں یہی سچا مسلمان ہے اور جس شخص میں یہ برائیاں موجود ہوں گی۔ قرآن وحدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ خالص اور اصلی مسلمان نہیں ہے، بلکہ ایسا شخص سخت درجہ کا فاسق اور گناہ گار ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو ان تمام برائیوں اور ناجائز طریقوں سے بچنے کی توفیق نصیب فرمائے۔ آمین۔

استقبالیہ کلام

حضرت مولانا احمد ولی فیصل رحمانی دامت برکاتہم امیر شریعت امارت شرعیہ بہار، اڈیشہ وجھارکھنڈ کی سرزمین بورام، بیرول، دربھنگہ آمد پر استقبالیہ کلام

عظیم اک انجمن سجاؤ ہمارے حضرت امیر آئے
دل وجگر راہ میں بچھاؤ ہمارے حضرت امیر آئے

تھا ان کے والد کا خاص ناطہ زمین بورام سے ہمیشہ
دلوں میں شمعِ وفا جلاؤ ہمارے حضرت امیر آئے

یہاں کے لوگوں نے ہر زمانے میں حاضری خانقاہ میں دی
یہ بات ہر ایک سے بتاؤ ہمارے حضرت امیر آئے

تھی ان کے اجداد سے ہماری ہمیشہ روحانی، پاک نسبت
نہ ایسی نسبت کو تم بھلاؤ ہمارے حضرت امیر آئے

ولی کا پر تو انہیں ہے حاصل تبھی تو لرزاں ہیں اہل باطل
سرود و نغمہ خوشی کے گاؤ ہمارے حضرت امیر آئے

نگاہ میں ہے بسی بصیرت، چمک رہا رخ پہ نور رحمت
لو دیکھ کر تشنگی بجھاؤ ہمارے حضرت امیر آئے

امیر کی طاعتیں ہیں لازم، امیر مخدوم ہم ہیں خادم
امیر پر جان و دل لٹاؤ ہمارے حضرت امیر آئے

کسی بھی حالت میں ہاتھ سے پرچم امارت نہ چھوڑیں گے ہم
قسم یہ ہیش امیر کھاؤ ہمارے حضرت امیر آئے

یہ اہل بورام کے لیے ہے قسم خدا کی بڑی سعادت
تم اس سعادت پہ مسکراؤ ہمارے حضرت امیر آئے

جب ان کے آنے کا مژدہ آیا خوشی کا کوئی نہ تھا ٹھکانہ
غموں سے کہہ دو کہ دور جاؤ ہمارے حضرت امیر آئے

دعا ہے اتنی کہ آپ کا اس دیار میں بارہا ہو آنا
خدا سے حیدر یہ لو لگاؤ ہمارے حضرت امیر آئے

اشتیاق حیدر قاسمی سمستی پوری
خادم امارت شرعیہ پھلواری شریف پٹنہ

Scanned with CamScanner

تعلیم-ایک تحریک

ڈاکٹر انور ادیب

اسلام دنیا کا واحد مذہب ہے جس نے حصول تعلیم کو فریضے کی حیثیت دی ہے۔ جس میں گود سے گور تک علم حاصل کرنے کو کہا گیا ہے۔ اور اس روئے زمین پر مسلمان ہی وہ لائق احترام قوم ہے جس نے اس دنیا میں علم وتمدن میں قابل قدر اضافہ کیا ہے۔ لیکن افسوس کہ آج مسلمان تعلیمی اعتبار سے سب سے زیادہ پسماندہ ہیں۔ اقلیتی کمیشن کے اعداد وشمار کے مطابق ہندوستان میں مسلمان دوسری قوموں کے مقابلے میں دس گناہ پسماندہ ہیں۔ اور سچر کمیٹی کی رپورٹ کے مطابق مسلمان دلتوں سے بھی زیادہ پسماندہ ہیں اور اسکی وجہ ان کی تعلیمی پسماندگی ہے۔ مسلمانوں کے عروج وزوال کی داستان کو علامہ اقبال نے اس شعر میں خوبصورتی سے پیش کیا ہے۔

گنوادی ہم نے جو اسلاف سے میراث پائی تھی
ثریا سے زمیں پر آسماں نے ہم کو دے مارا

ملک کی آزادی کے بعد سے ہندوستانی مسلمان جن مسائل سے دوچار ہیں ان میں تعلیمی پسماندگی سب سے اہم مسئلہ ہے۔ اس کے حل پر ہی سارے مسائل کے حل کا دارومدار ہے۔ کیونکہ یہ وہ شاہ کلید ہے جو ہر مسئلہ کے حل کے لئے کافی ہے۔ برسوں پہلے پنڈت نہرو نے اپنی سوانح حیات میں لکھا ہے کہ مسلمانوں کا اصل مسئلہ عام تعلیم سے دوری ہے۔ سرسید نے اس پسماندگی کو دور کرنے کے لئے تعلیمی تحریک شروع کی۔ برسوں گزر گئے ہماری عام تعلیم کے فیصد میں خاطر خواہ اضافہ نہیں ہوا۔ ہم نے اس تعلیمی تحریک کو سنجیدگی سے آگے نہیں بڑھایا۔ تعلیمی پسماندگی ہمارے لئے ایک چیلنج کی حیثیت رکھتی ہے۔ اس کے ازالہ کے لئے ہمیں سنجیدگی سے بچوں کو ابتدائی تعلیم کی طرف مائل کرنا ہوگا۔ بچوں میں حصول تعلیم کے جذبہ شوق، محنت اور جستجو کو فروغ دینے کی کوشش کرنی ہوگی۔ اس سلسلے میں والدین کی ذمہ داریوں کی بے حد اہمیت ہے۔ کیوں کہ وہی بچوں کی تعلیمی آبیاری کا صحیح حق ادا کر سکتے ہیں۔ والدین ہی بچوں میں تعلیم کا شعور اور دلچسپی پیدا کر سکتے ہیں۔ یہ دلچسپی اسی وقت سے پیدا ہوتی ہے جب کہ طالب علم سیکھنے لگتا ہے۔ بچوں میں لکھنے پڑھنے کا جذبہ بہت زیادہ ہوتا ہے۔ جیسے جیسے وہ سیکھنے لگتا ہے اس میں خوداعتمادی پیدا ہوتی ہے۔ تعلیم کا اصل مسئلہ تعلیم کے زمانے میں اس کے شوق کو برقرار رکھنا ہے۔ عام طور پر والدین بچوں کو اسکول میں داخل کرنے کے بعد سمجھتے ہیں کہ ان کی ذمہ داری ختم ہوگئی۔ یا پھر پرائیوٹ ٹیوشن کا نظم کردینا کافی سمجھتے ہیں۔ جب کہ یہ کسی طرح کافی نہیں ہے۔ بچوں کی تعلیم کی مسلسل نگرانی ضروری ہے۔ کم ہی والدین بچوں کو انکے حصول تعلیم میں وقت دیتے ہیں۔ جبکہ یہ بیحد ضروری ہے۔ سمجھدار والدین اس کا خاص خیال رکھتے ہیں۔ وہ اپنی دیگر ضروری سرگرمیوں سے وقت نکال کر بچوں کی تعلیم اور انکے ہوم ورک میں مدد دیتے ہیں۔ بچوں کو اس طرح وقت دینا ان کی تعلیم کے لئے بے حد مفید ہے۔ اگر والدین پڑھے لکھے نہ ہوں تو بھی اپنے وقت کا کچھ حصہ انکی نگرانی پر صرف کریں۔ یہ نگرانی بھی بے حد نتیجہ خیز ہوگی۔ تجربے اس کی تائید وتصدیق کرتے ہیں کہ جو والدین اپنے بچوں کو وقت دیتے ہیں اس سے ان کے بچوں میں نہ صرف شوق پیدا ہوتا ہے بلکہ ان کے اندر خوداعتمادی بھی پیدا ہوتی ہے۔ ہم میں سے کتنے والدین بچوں کو وقت دیتے ہیں غور کرنے کی ضرورت ہے۔

ماہرین نفسیات کا خیال ہے کہ بچہ ابتدائی پانچ برسوں میں جو سیکھتا ہے باقی ساری عمر اس کے برابر سیکھ پاتا ہے۔ اگر ابتدائی عمر میں تعلیم وتربیت کا انتظام ٹھیک نہیں ہوا تو طبعی عمر کے برخلاف ذہنی اور دماغی عمر پیچھے رہ جاتی ہے۔ افسوس کہ عمر کا یہی مفید زمانہ یعنی پیدائش سے 6,5 سال تک کا زمانہ ہماری غفلت کی نذر ہو جاتا ہے۔ ماں باپ بے جالاڈ پیار سے چھوٹے بچوں کی تعلیم وتربیت پر کم توجہ دیتے ہیں۔ جب یہ بچے 6 سال کی عمر میں کسی اسکول میں داخل ہوتے ہیں تو اکثر تعلیم میں پیچھے رہ جاتے ہیں۔ چھوٹے بچوں کی تعلیم وتربیت کے لئے ماہرین تعلیم کی ضرورت ہے۔ ڈاکٹر ذاکر حسین، ڈاکٹر عابد حسین جیسے ماہرین تعلیم نے اس میدان میں کارہائے نمایاں انجام دیئے ہیں۔

بچوں کی بہتر تعلیم وتربیت کے سلسلے میں گھر کے ماحول کی بیحد اہمیت ہے۔ جس گھر میں بچے کتاب، رسالے اور اخبار سے روشناس ہوتے ہیں ایسے گھر قابل قدر ہیں۔ اچھی کتابیں اور تعمیری رسالے بچوں کی تعلیم وتربیت میں بے حد معاون ہیں۔ مخرب اخلاق کتابیں اور رسالے بچوں کے ذہن میں منفی اثرات مرتب کرتے ہیں۔ پرسکون فضا بھی گھر کے اچھے ماحول کے لئے ضروری ہے۔ یہاں ٹی وی کے مخرب اخلاق رول کا ذکر کرنا ضروری ہے۔ ان دنوں ٹی وی کا بیجا استعمال تعلیمی ماحول کو خراب کرنے میں زیادہ نمایاں رول ادا کرتا ہے۔ لہذا بچوں کے والدین کی ذمہ داری بنتی ہے کہ وہ بچوں کو اس کے غلط استعمال سے بچائیں۔ ٹی وی بذات خود بری چیز نہیں لیکن جس آزادی سے آجکل گھروں میں اس کا استعمال ہو رہا ہے اس سے نہ صرف بچوں کے ذہن پر برے اثرات پڑتے ہیں بلکہ تعلیمی ماحول بھی متاثر ہوتا ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ ٹی وی کے اچھے پروگرام عام معلومات اور خوداعتمادی کے لئے مفید ہیں لیکن ضرورت ہے ان پروگراموں کو کنٹرول کرنے کی۔ ماں باپ کی طرز زندگی اور بچوں کے ساتھ سلوک کا بھی بچوں کی تعلیم وتربیت پر گہرا اثر پڑتا ہے۔ گھر کا خوشگوار ماحول بچوں کی تعلیم وتربیت پر خوشگوار اثر ڈالتا ہے۔ اس کے برعکس گھر کا ماحول لڑائی جھگڑے کا ہو، ماں باپ کے تعلقات خوشگوار نہ ہوں تو بچوں کی تعلیم وتربیت پر بے حد مضر اثرات مرتب ہوتے ہیں۔ اب یہ والدین کو سوچنا ہے کہ گھر کا ماحول کیسا ہو۔ خوشگوار ہو یا تناؤ زدہ۔ بچوں کو بات بات پر نصیحت کرنا ان کی کردار سازی میں کسی طرح معاون نہیں۔ اس سے ان کی خوداعتمادی مجروح ہوتی ہے۔ بات بات پر ڈانٹا جھگڑا کرنا ان کی شخصیت کی نشو ونما میں مانع ہوتا ہے۔ بچوں کو جسمانی سزا دینے میں احتیاط ضروری ہے۔ آئے دن سزا دینے سے ان کی شخصیت ابھر نہیں سکتی اس کے منفی اثرات کے پیش نظر سرکار نے اسکولوں میں جسمانی سزا ممنوع قرار دی ہے۔

تعلیم کا عمل جاری رکھنے کے لئے خوشگوار گھریلو فضا کے ساتھ شفقت اور ہمدردی کی بھی ضرورت ہے۔ ہمارے تعلیمی نظام میں ہوم ورک کی بیحد اہمیت ہے۔ اس سے طلبہ کی قابلیت، صلاحیت اور مہارت کا اندازہ ہوتا ہے۔ ان کے اندر خوداعتادی پیدا ہوتی ہے۔ اگر والدین پڑھے لکھے ہوں تو وہ اس کام میں بچوں کی رہنمائی کر سکتے ہیں۔ اگر وہ اس لائق نہیں ہیں تو انہیں ٹیوٹر کی مدد لینی پڑ سکتی ہے۔ لیکن اس صورت میں بھی ان کی نگرانی کی اہمیت کم نہیں ہوتی۔ دونوں صورتوں میں والدین کا بچوں کو وقت دینا ضروری ہے۔ ابتدا ہی سے بچوں کی تعلیم وتربیت پر توجہ دینے ان کو گھنٹہ دو گھنٹہ وقت دینے سے شاندار نتائج نکلیں گے۔ تعلیم میں انقلاب آئے گا۔ اس کی متعدد مثالیں موجود ہیں۔ کچھ والدین اپنے بچوں کے کھیلنے کے خلاف ہوتے ہیں جب کہ کھیل بچوں کے لئے ضروری ہے۔ کھیل سے نہ صرف وہ جسمانی طور پر صحت مند رہتے ہیں بلکہ ان کی ذہنی تربیت بھی ہوتی ہے۔ ان کے اندر مسابقت اور مقابلے کا جذبہ پیدا ہوتا ہے۔ اس لئے والدین کو چاہئے کہ وہ بچوں کے اس جذبے کے پروان چڑھنے میں رکاوٹ نہ بنیں۔ متمول والدین غریب بچوں کو تعلیم سے جوڑ سکتے ہیں۔ غربت اور افلاس کی وجہ سے بہت سے غریب بچے یا تو اسکول تک نہیں پہنچ پاتے یا درمیان ہی میں تعلیم کو خیر باد کہہ دیتے ہیں۔ ان میں کچھ بچے ذہین ہوتے ہیں گویا وہ کھلنے سے پہلے مرجھا جاتے ہیں۔ دردمند والدین ایسے بچوں کو ڈراپ آوٹ سے بچا سکتے ہیں۔ بچوں میں تعلیم کو فروغ دینے میں یہ ان کا بہت اہم رول ہوگا ایسے والدین اپنے بچوں کی تعلیم کے ساتھ ان غریب بچوں کے لئے مالی مدد دیں تو یقیناً یہ کار عظیم ہوگا۔ ان کی قربانی رائیگاں نہیں جائے گی۔ بچوں کی تعلیم سے متعلق مذکورہ باتوں پر اگر سنجیدگی سے عمل کیا جائے تو ان شاء اللہ بچوں کی تعلیم میں زبردست پیش رفت ہوگی۔ اب ہمیں سوچنا ہے کہ ہم اپنی سنجیدگی اور اخلاص کا ثبوت کس طرح دیں۔ بچوں کو بہتر تعلیم وتربیت دے کر قوم کو تعلیم یافتہ بنایا جاسکتا ہے اور معیار تعلیم کو بھی اونچا کیا جاسکتا ہے۔ یہ رائے ماہرین تعلیم کی ہے اور تاریخ اس کی شاہد ہے۔ جاپان کا نظام تعلیم اس کی درخشاں مثال ہے۔ دوسری عالمی جنگ میں زبردست شکست سے دوچار ہونے کے بعد تعلیم کے سلسلے میں اس کے انقلابی فیصلہ سے دنیا واقف ہے۔ اس فیصلہ سے اس نے تعلیم کو ایک تحریک بنا کر ترقی یافتہ ملکوں میں ایک ممتاز مقام حاصل کرلیا آیئے ہم بھی تعلیم کو ایک تحریک بنا کر اپنی کھوئی ہوئی عظمت کو حاصل کریں۔

اعــــلان مفقــود الخبـــری

معاملہ نمبر ۱۵/۱۹۱/۱۴۴۴ھ

(متدائرہ دارالقضاء امارت شرعیہ پرولیا، مغربی بنگال)

حلیمہ خاتون بنت حضرت انصاری مقام پاٹپور ڈاکخانہ چترا تھانہ پاڑا ضلع پرولیا (مغربی بنگال)۔۔فریق اول

بنام

محمد حسیب الدین ولد محمد کلیم الدین مقام وڈاکخانہ کبراخرد تھانہ حیدرنگر ضلع پلاموں (جھارکھنڈ)۔۔۔۔۔۔فریق دوم

اطلاع بنام فریق دوم

معاملہ ہذا میں فریق اول نے آپ کے خلاف تقریباً دس ماہ سے غائب ولا پتہ ہونے اور جملہ حقوق زوجیت بشمول نان ونفقہ سے محرومی کی بناء پر ذیلی دارالقضاء امارت شرعیہ پرولیا مغربی بنگال میں فسخ نکاح کا دعویٰ دائر کیا ہے، لہذا اس اعلان کے ذریعہ آپ کو آگاہ کیا جاتا ہے کہ آپ جہاں کہیں بھی ہوں فوراً اپنی موجودگی کی اطلاع مرکزی دارالقضاء امارت شرعیہ پھلواری شریف پٹنہ کو دیں، اور آئندہ تاریخ سماعت ۲۱/رجب المرجب ۱۴۴۵ھ مطابق ۳/فروری ۲۰۲۴ء روز سنیچر پر آپ خود مع گواہان وثبوت بوقت ۹/بجے دن مرکزی دارالقضاء امارت شرعیہ پھلواری شریف پٹنہ میں حاضر ہوکر رفع الزام کریں۔ واضح رہے کہ تاریخ مذکور پر حاضر نہ ہونے یا کوئی پیروی نہ کرنے کی صورت میں معاملہ ہذا کا تصفیہ کیا جاسکتا ہے۔ فقط۔ قاضی شریعت

معاملہ نمبر ۱/۱۵/۱۴۴۵ھ

(متدائرہ دارالقضاء امارت شرعیہ شیخ پورہ)

مسکان خاتون بنت کلام خاں مرحوم، مقام پریم ڈیہا، ڈاکخانہ موہدی نگر، ضلع لکھی سرائے

مراسلہ پتہ: کیئر آف جبار خان، مقام وڈاکخانہ موہدی نگر۔۔۔۔۔۔۔فریق اول

بنام

حسین قریشی عرف راجن داؤ علی خان ولد سلیم قریشی مرحوم، مقام قصائی محلہ، کوٹنکا ہاسپٹل، ضلع گریڈیہہ۔۔فریق دوم

اطلاع بنام فریق دوم

معاملہ ہذا میں فریق اول ساکنہ مذکورہ بالا نے آپ فریق دوم کے خلاف تقریباً تین سالوں سے غائب ولا پتہ ہونے، نان ونفقہ ودیگر حقوق زوجیت ادانہ کرنے کی بناپر دارالقضاء امارت شرعیہ شیخ پورہ میں فسخ نکاح کا معاملہ درج کیا ہے، اس اعلان کے ذریعہ آپ کو آگاہ کیا جاتا ہے کہ آپ جہاں کہیں بھی ہوں فوراً اپنی موجودگی کی اطلاع مرکزی دارالقضاء امارت شرعیہ پھلواری شریف، پٹنہ کو دیں۔ اور آئندہ تاریخ سماعت۔ ۲۹/رجب ۱۴۴۵ھ مطابق ۱۱/فروری ۲۰۲۴ء کو آپ خود مع شواہد وثبوت بوقت ۹/بجے دن مرکزی دارالقضاء امارت شرعیہ پھلواری شریف، پٹنہ میں حاضر ہوکر رفع الزام کریں۔ واضح رہے کہ تاریخ مذکور پر حاضر نہ ہونے یا کوئی پیروی نہ کرنے کی صورت میں معاملہ ہذا کا تصفیہ کردیا جائے گا۔ فقط قاضی شریعت

معاملہ نمبر ۱۹/۱۹۹/۱۴۴۵ھ

(متدائرہ دارالقضاء امارت شرعیہ دین بندھی، سوپول)

ہاجرہ خاتون بنت محمد قیام الانصاری، مقام دین بندھی، وارڈ نمبر ۱۱/ڈاکخانہ ایس مزل، ضلع سوپول۔۔۔فریق اول

بنام

محمد جمشید علی ولد محمد اکرام الحق، مقام نامعلوم، ڈاکخانہ نامعلوم، ضلع نامعلوم۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔فریق دوم

اطلاع بنام فریق دوم

معاملہ ہذا میں فریق اول ہاجرہ خاتون بنت محمد قیام الانصاری نے آپ فریق دوم کے خلاف عرصہ ساڑھے تین سال سے غائب ولا پتہ ہونے، نان ونفقہ اور جملہ حقوق زوجیت ادانہ کرنے کی بناء پر دارالقضاء امارت شرعیہ مدرسہ دینیہ دین بندھی، سوپول میں فسخ نکاح کا معاملہ درج کیا ہے، اس اعلان کے ذریعہ آپ کو آگاہ کیا جاتا ہے کہ آپ جہاں کہیں بھی ہوں فوراً اپنی موجودگی کی اطلاع مرکزی دارالقضاء امارت شرعیہ پھلواری شریف، پٹنہ کو دیں۔ اور آئندہ تاریخ سماعت ۲۸/رجب المرجب ۱۴۴۵ھ مطابق ۱۰/فروری ۲۰۲۴ء بروز ہفتہ آپ خود مع شواہد وثبوت بوقت ۹/بجے دن مرکزی دارالقضاء امارت شرعیہ پھلواری شریف، پٹنہ میں حاضر ہوکر رفع الزام کریں۔ واضح رہے کہ تاریخ مذکور پر حاضر نہ ہونے یا کوئی پیروی نہ کرنے کی صورت میں معاملہ ہذا کا تصفیہ کردیا جائے گا۔ فقط قاضی شریعت

Scanned with CamScanner

ہفتۂ رفتہ

اقلیتی ادارہ میں صرف مذہبی نصاب کی اجازت نہیں: سپریم کورٹ

علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کے اقلیتی درجہ کے معاملے پر سپریم کورٹ کی 7 ججوں کی آئینی بنچ میں سماعت کے دوران چیف جسٹس ڈی وائی چندر چوڑ نے زبانی تبصرہ کرتے ہوئے کہا کہ آج کے وقت میں بھی جب آپ ادارہ چلاتے ہیں تو تعلیمی اداروں کے قیام اور انتظامات کے اقلیتوں کے حقوق کو لے کر آئین کی دفعہ 30 کے تحت آپ کو صرف مذہبی نصاب نہیں پڑھانا ہے کیونکہ آپ ایک خالص سیکولر تعلیمی ادارہ چلا سکتے ہیں۔ چیف جسٹس نے کہا کہ قانون یہ نہیں ہے کہ آپ صرف اپنے طبقہ کے طلبا کا ہی داخلہ لیں۔ آپ کسی بھی طبقہ کے طلبا کو داخلہ دے سکتے ہیں۔ آئین 30، قیام اور انتظامیہ کی بات کرتا ہے لیکن انتظامیہ کا کوئی مکمل پیمانہ نہیں ہے جسے آپ کو 100 فیصد عمل کرنا ہوگا۔ یہ ایک گمراہ کن پیمانہ ہوگا۔ انہوں نے کہا کہ دفعہ 30 کو موثر بنانے کے لئے ہمیں یہ ماننے کی ضرورت نہیں ہے کہ اقلیت کے ذریعہ انتظامات ایک مکمل انتظامیہ ہونی چاہیے۔ اس معنی میں آج سماج میں کچھ بھی بے قابو نہیں ہے۔ حقیقت میں زندگی کا ہر پہلو کسی نہ کسی طریقے سے متاثر ہوتا ہے۔ (ایجنسی)

قیدیوں سے ہفتہ میں دو بار ملاقات کو سپریم کورٹ کی ہری جھنڈی

سپریم کورٹ نے دہلی ہائی کورٹ کے فیصلہ کو برقرار رکھتے ہوئے دہلی جیل کے 2018 کے قوانین کے خلاف دائر ایک درخواست کو خارج کر دیا، جس میں قیدی کو خاندان کے اراکین رشتہ داروں، دوستوں اور قانونی مشیروں کے ذریعہ ملنے کی تعداد کو محدود کرنے کا مطالبہ کیا گیا تھا۔ اٹھائے گئے معاملے کو پالیسی معاملہ قرار دیتے ہوئے، جسٹس بیلا ایم ترویدی اور پنکج متھل کی بنچ نے کہا کہ وہ گزشتہ سال فروری میں سنائے گئے دہلی ہائی کورٹ کے فیصلہ میں مداخلت کرنے کیلئے تیار نہیں ہے۔ ہائی کورٹ نے اپنے فیصلہ میں کہا تھا کہ ہفتے میں 2 بار ملاقات کی کل تعداد کو محدود کرنے کو مکمل طور پر من مانی نہیں کہا جا سکتا۔ اس وقت کے چیف جسٹس ایس سی شرما اور سبرامنیم پرساد پر مشتمل بنچ نے کہا تھا کہ پالیسی کے معاملات میں عدالت اپنے نتائج کو محض اس لیے حکومت کے ذریعہ کیے گئے فیصلوں سے تبدیل نہیں کرتی کہ کوئی دوسرا نقطہ نظر ممکن ہے، اس لیے یہ عدالت کسی حتمی احکامات جاری کرنے کیلئے مائل نہیں ہے۔ (ایجنسی)

اب غازی آباد کا نام بھی تبدیل کرنے کی تجویز

فیض آباد اور الہ آباد جیسے مسلم ناموں والے اضلاع کے ناموں کی تبدیلی کے بعد اب غازی آباد کا نام بھی جلد ہی تبدیل کیا جا سکتا ہے۔ غازی آباد میونسپل کارپوریشن کی بورڈ میٹنگ میں نام بدلنے کی تجویز کو منظور کیا جا چکا ہے۔ منظوری کے بعد یہ تجویز ریاستی حکومت کو بھیجی جائے گی جہاں سے ناموں پر فیصلہ کیا جائے گا۔ غازی آباد کی میئر سنیتا دیال نے بتایا کہ غازی آباد ضلع کا نام تبدیل کرنے کی تجویز بورڈ میٹنگ میں رکھی گئی جو حکومت کو بھیجی جائے گی، حکومت ضلع کو کس نام سے موسوم کرے گی اس کا فیصلہ وہیں سے ہوگا۔ ذرائع کے مطابق 100 ؍میں سے 95 ؍کونسلرز نے نام بدلنے کی تجویز پر اتفاق کیا۔ (انقلاب بیورو)

محمد اظہار

اتحاد، قوت برداشت، مضبوط منصوبہ بندی سے ہندوستان کا مستقبل بدل سکتا ہے: مفتی محمد ثناء الہدیٰ قاسمی

اتحاد ہماری طاقت ہے، قوت برداشت ہمیں مضبوط منصوبہ بندی کا موقع فراہم کرتا ہے، ہندوتوا کے تیز لہر میں نفرت کے مقابلہ کے لئے ہمیں محبت کی دوکانیں کھولنی ہوں گی اور امت دعوت کو قریب کرنے کے ممکنہ اسباب وذرائع کو کام میں لانا ہوگا، رسمی دعوت کے بجائے غیر رسمی دعوت کے طریقہ کار کو اپنانا ہوگا، تب ہندوستان موجودہ ماحول سے نکل کر تابناک مستقبل کی طرف بڑھ سکتا ہے، ان خیالات کا اظہار امارت شرعیہ کے نائب ناظم اور ہفت روزہ نقیب کے مدیر محترم مفتی محمد ثناء الہدیٰ قاسمی نے کیا، وہ جامعہ اسلامیہ شانتاپورم کیرالہ کے اعلیٰ سطحی قائدین کے اجتماع کے موقع پر متعینہ موضوع ''ہندوستان کا مستقبل'' پر مسلمانوں کے ایک بڑے اجتماع سے خطاب کر رہے تھے، انہوں نے کہا کہ ہم مایوس نہیں ہیں اور مومن اللہ کی رحمت سے کبھی مایوس نہیں ہوتا، صنم خانہ سے کعبہ کو پاسبان ملنے کی روایت قدیم ہے، آئندہ بھی ان شاء اللہ ایسا ہی ہوگا، اجتماع سے مولانا محمد فضل الرحیم مجددی جنرل سکریٹری آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ، سید سعادت اللہ حسینی امیر جماعت اسلامی ہند، احمد حسن عمران سابق رکن راج سبھا و اقلیتی چیئر مین مغربی بنگال، مولانا عبدالشکور قاسمی نائب صدر جمعیت علماء ہند، وی کے علی صدر اتحاد العلماء کیرالہ، کے اے شفیق نائب صدر ویلفیئر پارٹی کیرالہ، ای ٹی محمد بشیر ممبر پارلیمنٹ وغیرہ نے بھی اجتماع سے خطاب کیا، بعد نماز مغرب تقسیم اسناد کی تقریب ہوئی جس میں نائب ناظم صاحب نے روایتی لباس پہن کر طلبہ کے درمیان اسناد تقسیم کیا، اس باوقار تقریب میں کویت کے ممبر پارلیامنٹ اور عمان یونیورسٹی کے ذمہ داروں نے بھی شرکت کی اور اپنے خیالات کا اظہار کیا، پانچ سو سے زائد طلبہ کے درمیان اسناد تقسیم کئے گئے، جامعہ کے ڈائریکٹر جناب عبدالسلام محمد اور ان کے رفقاء نے مہمانوں کا خیر مقدم کیا اور ان کیلئے استقبالیہ کلمات کہے، مفتی صاحب نے اپنے ایک روزہ قیام میں جامعہ کے مختلف کلیات کا معائنہ کیا، اس سے قبل کالی کٹ ایئرپورٹ پہنچنے پر جامعہ کی طرف سے استقبال پر مامور مولانا مظاہر عماد قاسمی اور ان کے رفقاء نے پرجوش استقبال کیا واپسی کا سفر پٹنہ تک جامعہ کے استاد مولانا رضی الرحمٰن قاسمی کی محبت میں خوشگوار انداز میں اختتام کو پہنچا، مفتی صاحب نے فرمایا کہ مولانا مظاہر عماد قاسمی اور ان کے رفقاء نے جامعہ کی طرف سے ہر ممکن سہولت بہم پہنچائی، مفتی صاحب نے اس کے لیے جامعہ کے ذمہ داروں کا شکریہ ادا کیا ہے۔

طب وصحت

چائے نوشی کے کچھ طبی فوائد

چائے دنیا میں سب سے زیادہ استعمال ہونے والے مشروبات میں سے ایک ہے جس کا لطف انسان صدیوں سے لے رہا ہے۔ چائے وہ مشروب ہے جسے 'کیمیلیا سینینسس' نامی پودے کے پتوں اور کلیوں کو تازہ ابلے ہوئے پانی میں ڈبو کر تیار کیا جاتا ہے۔ چائے کی اہم اقسام میں سیاہ، سبز، سفید اور اولونگ شامل ہیں۔ ہر ایک کا اپنا منفرد ذائقہ اور خصوصیات ہیں جن کا انحصار چائے کی پتوں کی قسم اور پروسیسنگ کے طریقوں پر ہے، جن میں یہ بھی شامل ہے کہ آیا وہ خمیر شدہ (سیاہ)، غیر فرمنٹڈ (سبز اور سفید چائے) یا نیم خمیر شدہ (اولونگ چائے) تھی۔

چائے کے 10 طبی فوائد کیا ہیں؟ (۱) چائے کا استعمال ہمارے خون کی شریانوں کے کام کرنے کے طریقے کو بہتر بنا سکتا ہے اور بلڈ پریشر کو کم کرنے میں مدد کر سکتا ہے۔ یہ نائٹرک آکسائڈ نامی مرکب کی دستیابی میں اضافہ کر کے ایسا کرتا ہے، جو ہماری خون کی شریانوں کے اندرونی عضلات کو آرام دینے میں مدد کرتا ہے، جس سے خون زیادہ آزادانہ طور پر جسم میں بہہ سکتا ہے۔ (۲) دل کی صحت کو بہتر بنا سکتی ہے۔ شواہد سے پتہ چلتا ہے کہ باقاعدگی سے چائے کا استعمال دل کی بیماری کے خطرے کو کم کر سکتا ہے۔ (۳) گلائسیمک ردعمل کو تبدیل کر سکتی ہے۔ چائے کے پولی فینول ہاضمے کو بہتر اور انسولین کے اخراج کو متحرک کر کے کاربوہائیڈریٹس کے لیے ہمارے جسم کے ردعمل کو منظم کرنے میں مدد کرتے ہیں۔ سبز چائے اس سلسلے میں سب سے زیادہ مؤثر دکھائی دیتی ہے۔ (۴) ذیابیطس کے خطرے کو کم کر سکتی ہے۔ تحقیق کے مطابق پولی فینولز کا مستقل استعمال ذیابیطس کے خطرے کو کم کرنے میں کچھ ادویات کی طرح مؤثر ہو سکتا ہے۔ تاہم اس سلسلے میں مزید تحقیق کی ضرورت ہے۔ (۵) معدے کی صحت کو بہتر بنا سکتی ہے۔ غذا میں بہت سے پولی فینول، بشمول چائے کے، آنتوں کے فائدہ مند بیکٹریا کے لیے ایندھن کا ذریعہ فراہم کرتے ہیں، جس سے انھیں پھلنے پھولنے اور متنوع ہونے اور آنتوں کے افعال کو بہتر بنانے اور مدافعتی نظام کو تبدیل کرنے میں مدد ملتی ہے۔ (۶) کینسر کے خطرے کو کم کر سکتی ہے۔ چائے میں پائے جانے والے پولی فینولز دیگر عوامل کے ساتھ مل کر مخصوص اقسام کے کینسر کی نشوونما کو سست کرنے کا کام کر سکتے ہیں۔ تاہم، اس ضمن میں دستیاب شواہد صرف منہ کے کینسر تک محدود ہیں۔ تاہم جگر، چھاتی اور کولون کینسر سمیت دیگر اقسام کے لیے اس کے فوائد کے اشارے ملے ہیں۔ ان نتائج پر اثر انداز ہونے والے اضافی عوامل پر غور کرنے کے ساتھ ساتھ مزید اچھی طرح سے ڈیزائن کردہ تحقیق کی ضرورت ہے۔ (۷) تناؤ اور اضطراب کو کم کر سکتی ہے۔ کافی کے برعکس جسے توانائی بخش سمجھا جاتا ہے، چائے کو عام طور پر پُرسکون کرنے والے مشروب کے طور پر دیکھا جاتا ہے۔ اگرچہ دونوں مشروبات میں کیفین ہوتی ہے، لیکن صرف چائے میں امینو ایسڈ ایل تھیانین ہوتا ہے جو الفا دماغ کی لہروں کو بڑھانے کی صلاحیت کی بدولت آرام دہ اثر رکھتا ہے۔ (۸) توجہ اور فوکس کو بہتر بنا سکتی ہے۔ کیفین اور ایل تھیانین دونوں پر مشتمل مشروبات ہماری توجہ اور فوکس یعنی ارتکاز پر سب سے زیادہ اثر انداز ہوتے ہیں۔ ایک کپ سبز چائے 25 ملی گرام ایل تھیانین فراہم کرتی ہے اور اسے بھولنے کی بیماری کم کرنے سے بھی جوڑا جاتا ہے، اس کا استعمال ہمیں بہتر ارتکاز اور توجہ برقرار رکھنے میں مدد کرتا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ یہ صرف سبز چائے ہی نہیں جو یہ فوائد دیتی ہے بلکہ سیاہ چائے پینے کے اثرات سے متعلق ایک مطالعہ میں بھی تیز کارکردگی، بہتر یادداشت اور کم غلطیوں کو رپورٹ کیا گیا ہے۔ (۹) ہڈیوں کی صحت میں مددگا۔ اس بات کے کچھ ثبوت موجود ہیں کہ چائے، خاص طور پر سبز چائے کا انتخاب ہڈیوں کی کثافت کو برقرار رکھنے میں مدد کر سکتا ہے اور اس کے نتیجے میں فریکچر کے خطرے کو کم کر سکتا ہے۔ دودھ یا چینی شامل کرنے سے چائے کے طبی فوائد پر کیا اثر پڑتا ہے؟ سیاہ چائے میں دودھ شامل کرنے کے اثرات پر متضاد شواہد موجود ہیں۔ یہ فائدہ مند پولی فینولز کو جذب کرنے کی ہماری صلاحیت کو متاثر کر سکتا ہے اور مشروب کے دل کی صحت سے متعلق فوائد پر منفی اثر ڈال سکتا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ کچھ تحقیقات سے پتہ چلتا ہے کہ چائے میں دودھ ملانے سے کوئی فرق نہیں پڑتا ہے۔ مزید برآں، یہ ظاہر ہوتا ہے کہ چائے میں دودھ اور چینی کی تھوڑی مقدار شامل کرنے سے ایل تھیانین کی سطح پر بہت کم فرق پڑتا ہے، لیکن دودھ کی زیادہ مقدار شامل کرنے سے صورتحال مختلف ہو سکتی ہے۔ چائے جیسے گرم مشروبات میں شامل چینی کو 'فری شوگر' کے طور پر شمار کیا جاتا ہے، یہ وہ چیز ہے جس کے زیادہ استعمال سے گریز کرنے کا ڈاکٹر مشورہ دیتے ہیں۔ زیادہ چینی پولی فینولز کے ہمارے جسم میں جذب ہونے کے عمل پر بھی اثر انداز ہو سکتا ہے۔

ہمیں ایک دن میں کتنی چائے پینی چاہیے؟ اس کا انحصار ہر شخص کے حوالے سے مختلف اور اس چائے کی کوالٹی پر ہوتا ہے جو آپ استعمال کرتے ہیں۔ ایک اوسط شخص کے لیے، جنھیں کیفین سے مسئلہ نہیں، روزانہ تین سے چار کپ تک سیاہ چائے قابل قبول مقدار ہو سکتی ہے، جبکہ جو لوگ سبز چائے کا انتخاب کرتے ہیں وہ ذرا زیادہ مقدار سے زیادہ لطف اندوز ہو سکتے ہیں۔ اگر آپ کو کیفین سے مسئلہ ہوتا ہے تو یہ مشورہ دیا جاتا ہے کہ آپ چائے سمیت کیفین والے مشروبات کی تعداد کو محدود کریں۔ چائے کا بہت زیادہ استعمال آپ کی نیند میں خلل ڈال سکتا ہے اور کچھ لوگوں میں اضطرابی کیفیت پیدا کر سکتا ہے۔ اگر آپ کے ساتھ ایسا مسئلہ ہے تو اپنی چائے کی کھپت کو کم کرنے کی کوشش کریں اور اپنا آخری چائے کا کپ دوپہر میں پی لیں۔ ان کے علاوہ جنھیں اپنی کیفین کی مقدار کو محدود کرنا چاہیے ان میں حاملہ خواتین شامل ہیں۔ اگر آپ کو آئرن کی کمی یا خون کی کمی کی تشخیص ہوئی ہے تو آپ کو معلوم ہونا چاہیے کہ چائے میں ٹینن ہوتا ہے۔ یہ قدرتی مرکب ہمارے جسم میں موجود آئرن کے جذب کرنے کی صلاحیت میں مداخلت کرتے ہیں۔

مجموعی طور پر، کیا چائے آپ کے لیے اچھی ہے؟ چائے کے بہت سے طبی فوائد ہیں۔ یہ ایک پُرسکون کرنے والا مشروب ہے جو ہماری توجہ اور فوکس کو بڑھانے میں مدد کرتا ہے، دل کا دوست ہے، آنتوں کے لیے اچھا ہے اور بلڈ شوگر کو منظم کرنے میں مدد کر سکتا ہے۔ چائے ایک مفید آپشن ہو سکتی ہے اگر آپ کافی کے مقابلے میں کم کیفین کے ساتھ ذائقے دار، کم کیلوری اور بغیر میٹھے کے گرم مشروب کی تلاش میں ہیں۔

Volume:64/74,Issue:03 R.N.I.N. Delhi Regd. No.BIHURD/4136/61Printed & Published by Sohail Ahmad Nadwi, on behalf of Imarat Shariah Phulwari Sharif, Patna, Printed at Azimabad Printers, R.C.F./105, Ground Floor, B.H. Colony, Bhootnath Road, Kankarbagh, Patna-800026 and Published from Naqueeb Office Imarat Shariah, Phulwari Sharif, Patna-801505, Editior: (Mufti) Mohammad Sanaul Hoda (Quasmi)

Scanned with CamScanner

LEADING URDU JOURNAL OF IMARAT SHARIAH
BIHAR ODISHA & JHARKHAND
NAQUEEB WEEKLY
PHULWARI SHARIF, PATNA-801505
SSPOS PATNA Regd.No.PT 14-6-21-23
R.N.I.N.Delhi,Regd No-BIHURD/4136/61

ہمیشہ ٹوٹ کے ماں باپ کی کرو خدمت
ہیں کتنے روز یہ بوڑھے شجر نہیں معلوم
(منظر بھوپالی)

سنگھی اور صیہونی میں قدر مشترک

بے نام گیلانی

یہودی کی تاریخ کیا ہے۔ یاد دہانی کے طور پر بتا تا چلوں کہ حضرت ابراہیم علیہ اسلام کے بیٹے حضرت اسحاق علیہ السلام کے آٹھ بیٹوں میں سے ایک بیٹا کا نام نامی یہودہ تھا۔ان کی اولادوں اور پیروکاروں کو یہودی کہا گیا۔ یہ یہودی اپنے عہد آغاز سے ہی فریب کار رہے۔ کیونکہ برکتوں کے حصول کے لئے انہوں نے خود اپنے اہل خاندان سے فریب کیا اور فلسطین پر قابض ہو گئے ہے۔ یہودی خود ایک فریب میں مبتلا ہیں۔ جس کا سلسلہ امروز بھی جاری ہے۔ جس طرح اللہ تبارک تعالیٰ نے مومنوں سے وعدہ فرمایا ہے کہ تم ہی حاکم اور سرخرو رہو گے۔ عین اسی طرح اس سے بہت پیشتر بنی اسرائیل سے بھی وعدہ فرمایا تھا کہ تم پر میری برکتیں ہوں گی۔ یہاں برکت کا معنی ومفہوم وہی ہے سرخروئی اور حکومت۔ گو کہ یہاں ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ بنی اسرائیل پر نازل کی گئی کتاب توریت جسے یہودی تورا کہتے ہیں وہ تو اٹھالی گئی۔ پھر یہ کیسے ثابت ہوسکتا ہے کہ یہودیوں کا جو دعویٰ ہے وہ درست ہے۔ جبکہ موجودہ تورا کوئی صحیفہ نہیں بلکہ انسانی خلق کردہ بہت بعد کی کتاب ہے جس میں متعدد دفعہ ترمیمات وتصرفات عمل پزیر ہوئے۔ اگر یہ تسلیم بھی کر لیا جائے کہ اس تصرف شدہ کتاب میں ایسی باتیں رقم ہیں تو پھر آپ اسے تسلیم کرتے ہوئے خوش گمانی کے شکار رہیں۔ دوسری قوم کے علمبردار اسے کیوں تسلیم کریں خصوصاً اہل اسلام جن کی ہدایت کے لئے صحیفۂ عظیم ویگانہ قرآن الحکیم دنیا میں موجود ہے۔ جس میں آج تک نہ کوئی ترمیم ممکن ہوسکی ہے اور نہ ہی کوئی تصرف کر سکا ہے۔ چنانچہ صیہونی اسی تورا کے مطابق خود کو ساری اقوام سے افضل وبرتر تصور کرتے ہیں اور زمانے پر حکومت کرنے کا حقدار بھی خود ہی کو تسلیم کرتے ہیں۔ یہ دعویداری ہی جب غلط ہے تو دوسروں کے ذریعہ اسے تسلیم کرنے کا تصور کہاں سے درست ہوگا۔ چونکہ تورا میں واضح طور پر تصرف کیا گیا ہے اس لئے اس کی صداقت تسلیم نہیں کی جاسکتی ہے۔اب اگر صیہونی کسی خواب خرگوش میں زندہ رہنا پسند کرتے ہیں تو انہیں کون روک سکتا ہے۔لیکن وہ جو سوچ رہے ہیں کہ فلسطینیوں کو ختم کر کے پورے فلسطین پر قابض ہو جائیں گے۔ پھر مسجد اقصیٰ کو شہید کر کے وہاں ہیکل سلیمانی تعمیر کر دیں گے۔ تا کہ دجال کا ظہور عمل میں آئے اور وہ پوری دنیا کے مسلمانوں کو ختم کر دے تا کہ ان کے عظیم اسرائیل کا خواب تعبیر سے ہم کنار ہو۔اس حصول کے لئے وہ 70 سالوں سے کوشاں و سرگرداں ہیں۔اس حصول کے لئے انہوں نے سب سے بڑا ہتھیار پروپیگنڈا اور کذب گوئی کو اپنایا۔نتیجہ کے طور پر مسلمانان عالم ہر چہار جانب ذلیل وخوار ہوئے۔ چونکہ یہود ونصاریٰ نے سارے عالم میں مسلمانوں کو بطور دہشتگرد مشہور کر رکھا تھا پھر ہر مقام پر مسلمانوں کی مخالفت ایک فطری عمل تھا۔ان کی بطور دہشتگرد مسلمانوں کی بدنامی کے باعث ان کا قتال بھی خوب خوب ہوا اور ایک سازش کے تحت بدنام کیا گیا۔ مثال کے طور پر 9/11 کا جڑواں ٹاور جو امریکہ میں واقع عمل پزیر ہوا تھا۔ بعد میں یہ ثابت ہو گیا کہ اس جڑواں ٹاور کے انہدام میں خود امریکہ کا ہاتھ تھا۔ یعنی وہی کذب گوئی، وہی سازش اور وہی مکروفریب تا کہ امت مسلمہ بدنام ہو سکے۔اس معاملے میں یہود ونصاریٰ بہت حد تک کامیاب بھی رہے اور مسلمانوں کی خوب خوب بدنامی ہوئی۔اس بدنامی کو جواز بنا کر مسلمانوں کا قتال بھی ہوا۔اسی سازش کے تحت اسامہ بن لادن کا قتل عمل پزیر ہوا۔عراق اور افغانستان میں کثیر تعداد میں مسلمانان گولیوں، بموں، میزائلوں، راکٹوں اور جنگی جہازوں کے ذریعہ ہوئی بمباریوں کے شکار ہوئے۔ لبیا میں کرنل قذافی، عراق میں صدام حسین کو اسی غلط پروپیگنڈا کے بل پر موت کے گھاٹ اتار دیا گیا۔ یہ یہود ونصاریٰ کی خود ساختہ خدائی قائم ودائم رکھنے کی کوشش کا شاخسانہ ہی تھا۔ یہ لوگ اس قدر احساس برتری کے شکار ہیں کہ ان کی نگاہ میں دوسری قوم کے افراد کی زندگی کی کوئی قدر و قیمت ہی نہیں رہی۔ جس ملک نے انہیں سہارا دیا اور اپنے بھائی کی طرح برتاؤ کیا آج کم وبیش ستر (70) سالوں سے ان ہی مہربانوں کی پشت پر خنجر زنی کرتا آرہا ہے اور اب تو مظالم کی انتہا ہی کر دی گئی۔ غالباً 22000 انسانوں کو بڑی ہی سفاکی سے موت کے گھاٹ اتار دیا۔ان مرنے والوں میں کثیر تعداد میں معصوم بچے اور خواتین بھی شامل ہیں۔اس اسرائیل نے اپنے جنگی جنون میں جنگی ضابطے کو بھی بالائے طاق رکھ دیا اور بے تحاشہ فلسطینی مسلمانوں کا قتال کیا تا کہ فلسطین کو مسلمانوں سے پاک کر کے عظیم اسرائیل کی داغ بیل ڈالی جا سکے۔اس طرح اسرائیل ایک تیر سے دو شکار کرنا چاہ رہا ہے۔ پہلا یہ کہ مکمل فلسطین پر قبضہ کر لیا جائے۔اب جب فلسطین ہی بالکل خالی ہو جائے گا تو مسجد اقصیٰ خود بخود اس کی ہو جائے گی جسے منہدم کر کے وہاں ہیکل سلیمانی بغیر کسی مزاحمت کے تعمیر ہو سکے۔

آیئے اب ذرا مسلمانوں کے تئیں سنگھیوں کے رویے کا جائزہ لیا۔ جائے۔ ہندو مہا سبھا جو جن سنگھ، آر ایس ایس اور بی جے پی کی ماں ہے اس کے بانی ہیڈ گیوار اور بعد میں ساورکر ہوئے۔اس تنظیم کے قیام کا مقصد ہی ہندو راشٹر کی تعمیر وتشکیل تھا۔ان لوگوں کے بموجب ہندوستان میں سوائے ہندو کے کسی کو نہیں رہنا چاہئے۔اس کا جواز وہ یہ پیش کرتے ہیں کہ ہر مذہب کے پیروکاروں کا کوئی نہ کوئی خاص ملک ہے۔لیکن ہندوؤں کی اتنی کثیر آبادی کے باوجود اس کا اپنا کوئی مخصوص ملک نہیں ہے۔ چنانچہ ہندوستان کو خالص ہندوؤں کا ملک یعنی ہندوستان کو ہندو راشٹر ہونا چاہئے۔ یہ جرثومہ ان ہندوودایوں کے ذہن میں تب سے آج تک گھر کئے ہے۔اس میں تب مزید شدت پیدا ہو گئی جب ان ہندوتوا وادیوں اور صیہونیوں میں تعلقات استوار ہوتے گئے اور یہ تعلقات رفتہ رفتہ گہرے اور بہت مستحکم ہونے لگے۔انہیں یہ علم ہوا کہ دونوں کے مقاصد یکساں ہیں۔صیہونی فلسطینیوں کو ختم کر کے پورے فلسطین پر قبضہ کرنے کے متمنی ہیں تا کہ عظیم ہی نہیں عظیم ترین اسرائیل کی تعمیر کی راہ ہموار ہو۔ ہندووادی بھی اسی لئے کوشاں ہیں کہ ہندوستان کے پورے مسلمان کو ختم کر دو تا کہ ہندو راشٹر وجود پزیر ہو سکے۔ کیونکہ مسلمانوں کے علاوہ جو دیگر مذاہب کے علمبردار یہاں قیام پزیر ہیں ان کی مختصر سی آبادی ہے۔ جسے جب چاہیں ختم کر سکتے ہیں یا ملک بدر کر سکتے ہیں۔ کیونکہ جو بھی ہیں ان کا کوئی نہ کوئی اپنا مغربی ممالک میں ہے جو انہیں پناہ دے سکتا ہے۔ اگر کسی نے ہندوستان خالی کرنے سے انکار کیا تو مسلمانوں ہی کی طرح ان کا بھی کام تمام کر دیا جائیگا۔اپنے اس مقصد کے حصول کے لئے جس طرح صیہونی جنگ وجدل پھیلائے ہیں۔اسی طرح ہندوتوا وادی بھی قتل وغارتگری کی راہ اپنائے ہوئے ہیں۔ یہ بھی ایک سازش کے تحت ہے کہ مسلمانوں کو اس قدر خوفزدہ کر دو کہ یہ خود ملک چھوڑ کر چلے جائیں۔افسوس اس امر کا ہے کہ صیہونیوں کے شاگردان یہ فراموش کر گئے کہ فلسطین میں مسلمانو کی ابادی صرف 20 لاکھ ہے۔لیکن ہندوستان میں مسلمانوں کی ابادی 20_25 کروڑ کی ہے۔ فلسطینیوں کو کوئی بھی مسلم ملک قبول کر سکتا ہے لیکن ہندوستانی مسلمانوں کی 20_25 کروڑ کی ابادی کو کوئی بھی ملک قبول نہیں کر سکتا ہے۔ پھر یہاں کے مسلمانوں کا یہ عزم مصمم ہے کہ ہم یہیں جئیں گے اور یہیں مریں گے۔خواہ جو بھی ہو جائے۔ یہ صیہونیوں کے شاگردان مختلف بہانے سے کبھی گئوکشی کا بہانہ بنا کر تو کبھی لو جہاد کے نام پر اور اگر کچھ نہ بنا تو بھی فرقہ وارانہ فساد کے ذریعہ مسلم نسل کشی کی کوشش کرتے رہتے ہیں۔اس سے بلاشبہ کچھ مسلمانوں کی ہلاکت تو عمل میں آتی ہے۔لیکن اس سے ان کے مقصد کا حصول ممکن نہیں ہو پاتا ہے۔ یہ دونوں سنگھی اور صیہونی بالکل فراموش کر جاتے کہ جب وطن عزیز میں بدامنی یا خانہ جنگی پھیل جاتی ہے تو اس سے صرف مسلمانوں کا نہیں بلکہ ہندوؤں کا بھی نقصان عظیم ہوتا ہے۔اسی کے باہم ملک کمزور اور غیر مستحکم بھی ہو جاتا ہے۔ایسے اقدام یہ ہندوتوا وادی اس وقت کر رہے ہیں جب ہندوستان کا دیرینہ دشمن چین یہاں کے حالات ومعاملات پر عقابی نگاہ لگائے بیٹھا ہے کہ کب خانہ جنگی عمل پزیر ہو اور ہم اس کا فائیدہ اٹھا کر ہندوستان پر دوڑ پڑیں۔اگر ہندو چین کے درمیان نعوذ باللہ جنگ چھڑتی ہے تو کیا کیا نقصان اور کس حد تک نقصانات عمل پزیر ہوں گے اس کا اندازہ حالیہ جنگ زدہ فلسطین اور اسرائیل کے حالات سے بخوبی لگایا جا سکتا ہے۔ ان دونوں ہی ممالک میں ایک بھی مکاں سلامت نظر نہیں آتا ہے۔ جتنی تعمیرات تھیں سب کی سب منہدم ہو گئیں۔ان تعمیرات کی تعمیر نو پر کیا خرچ آئیگا یہ سوچ کر ہی روح کانپ جاتی ہے۔اس تعمیر نو پر خرچ ہونے والی رقم اگر ڈیولپمنٹ پر ہوتی تو دونوں ہی ممالک کا بھلا ہوتا۔ یہ بات ہندوستانی حکمرانوں کی فہم میں بھی نہیں آرہی ہے۔ یہ ہندوستانی حکمران تو مثل فرنگی لڑاؤ اور حکومت کرو کے فارمولے پر عمل پیرا ہیں۔انہیں صرف اور صرف اقتدار سے غرض ہے ملک اور ملک کی معیشت چاہے تباہ ہو۔ٹھیک اسی طرح جس طرح صیہونیوں کو اپنے ملک وملکی معیشت سے کوئی غرض نہیں ہے۔

◯ ☆اس دائرہ میں سرخ نشان کا مطلب ہے کہ آپ کی خریداری کی مدت ختم ہوگئی ہے، فوراً آئندہ کے لیے سالانہ زرتعاون ارسال فرمائیں، اور منی آرڈر کوپن پر اپنا خریداری نمبر ضرور لکھیں، موبائل یا فون نمبر اور پتے کے ساتھ پن کوڈ بھی لکھیں، مندرجہ ذیل اکاؤنٹ نمبر پر آپ سالانہ یا ششماہی زرتعاون اور بقایہ جات بھیج سکتے ہیں، رقم بھیج کر درج ذیل موبائل نمبر پر خبر کر دیں۔ **رابطہ اور واٹس آپ نمبر 9576507798**
A/C Name: THE NAQUEEB, A/C No: 10331726168, Bank: SBI, Branch J.C. Road, Patna, IFSC Code: SBIN0001233
نقیب کے شائقین نقیب کے آفیشیل ویب سائٹ **www.imaratshariah.com** پر بھی لاگ ان کر کے نقیب سے استفادہ کر سکتے ہیں۔ (**محمد اسعداللہ قاسمی منیجر نقیب**)
WEEK ENDING-15/01/2024, Fax : 0612-2555280, Phone:2555351,2555014,2555668, *E-mail: naqueeb.imarat@gmail.com, Web. www.imaratshariah.com,*
نقیب قیمت فی شمارہ -/8 روپے ششماہی -/250 روپے سالانہ -/400 روپے
Print & Design by : Azimabad Printers, Patna-06 # 8434419421

Scanned with CamScanner